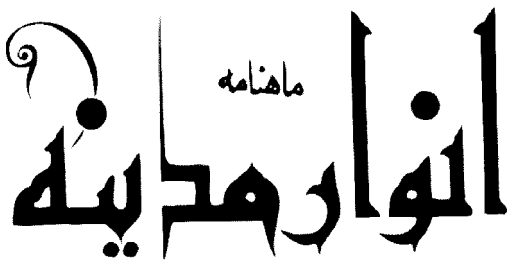

جلد : ۲۰	صفر المظفر ۱۴۳۳ھ / جنوری ۲۰۱۲ء	شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں مُدیر اعلیٰ	سیّد مسعود میاں نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.....سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ..... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ ..... سالانہ ۲۰ ڈالر
اَمریکہ ..... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914 MCB (0954)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے اِقدامات	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۱۸
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۳
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۲۶
مروجہ محفل میلاد	حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحبؒ	۳۳
صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۳
ماہِ صفر کے اَحکام اَور جاہلانہ خیالات	جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۸
مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ	جناب مولانا ڈاکٹر اَمین اللہ صاحب وثیرؒ	۵۶
اَخبار الجامعہ		۶۳

خوشخبری

آپ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ اِنٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل لِنک پر بھی پڑھ سکتے ہیں

http://www.scribd.com/anwaremadina

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّابَعْدُ!

۲۴ محرم کی بات ہے کہ جب ہم بخاری شریف کے سبق سے فارغ ہوئے اَور حسبِ معمول دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھنے لگے تو میری بائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک طالب علم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ہم جماعت کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اِن کے والد کے لیے بھی دُعا کردیں میں نے پوچھا اُنہیں کیا ہوا..... ! تو وہ خود جواب نہ دے سکا اُس کے ساتھی نے کہا کہ وفات پاگئے ہیں! میں نے پوچھا کب ؟ تو وہ خود بولا کہ ''کل'' میں نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کہ.....کل ؟ کہنے لگا کہ ہاں۔

مختصر سے سوال وجواب نے پورے ہال کو سوگوار کردیا ہر کسی پر سناٹا سا چھا گیا سوگوار بیٹے کے چہرے پر صبر واِستقلال کا حقیقی اَور عملی نمونہ دیکھ کر ہر کوئی اَنگشت بدنداں تھا اَور ساتھ ہی ساتھ چہرہ کی لکیروں کے پیچھے سے عیاں اُداسی اَور بے کسی کو پڑھ بھی رہا تھا۔

بہرحال سب نے بارگاہِ رب العزت میں ہاتھ اُٹھا کر اپنے ہم جماعت کے لیے صبر واَجر اَور اُس کے مرحوم والد کی مغفرت کے لیے دِل سے دُعا کی۔

کوئٹہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے اِس طالب علم کے پاس اِتنے وسائل نہیں تھے کہ وہ فوری طور پر والد کے جنازہ میں کوئٹہ بلوچستان پہنچ جاتا کیونکہ وہاں روزانہ جہاز نہیں جاتا اَور اَگر جاتا بھی ہوتو اُس کے کرائے اِتنے زیادہ کردیے گئے ہیں کہ اُن کا تحمل ہر کوئی نہیں کرسکتا، ریل کے حالات کسی سے مخفی نہیں ہیں، سڑک کے راستوں پر ڈاکوؤں کا راج ہے اَور کم اَز کم ڈھائی سے تین دِن لگ جاتے ہیں.....یہ تو راستے کی مجبوریاں ہوئیں۔

مگر مدرسہ کے اَندر رہتے ہوئے اپنے ہم وطنوں اَور ہم جماعتوں کے ساتھ مل کر اُس نے سوگ کی تین روزہ مجلس تو کجا یک روزہ مجلس بھی منعقد نہ کی بلکہ بخاری شریف اَور حدیث کے دیگر اَسباق کو ترجیح دے کر اپنے ہم عصر طلباء کے لیے علم کی قدر دَانی کی بہت اعلیٰ مثال قائم کر کے دِکھادی۔ قرآن وحدیث کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو وطن سے بہت دُور صبر واِطمینان کی ایسی چادر اَوڑھا دی جو شاید وہاں پر موجود سوگواروں کو بھی حاصل نہ ہوئی ہو۔

کون ہے ایسا کہ جس کو ماں باپ کی جدائی کا دُکھ نہ ہوتا ہو مگر دُکھ جتنا بھی بڑھ جائے جانے والے کو واپس نہیں لاسکتا۔ کائنات میں کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے اللہ تعالیٰ کی قوتِ قہریہ اَور مخلوق کی بے اِختیاری کا ہر وقت مظاہرہ ہورہا ہے۔

رُجوع اِلی اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جس کو یہ نعمت نصیب ہوجائے وہی خوش بخت اَور بامراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذات کی طرف رُجوع کی نعمت سے نوازیں، آمین۔

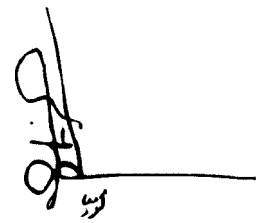

مولای صل وسلم دائما ابدا درسِ حدیث علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

نیت کا معاملہ معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔''مظلومیت'' مہاجرینؓ کا بڑا اِعزاز ہے
اَنبیاء علیہم السلام کی کسی چیز کی توہین پر کفر کا اَندیشہ ہوتا ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 68 سائیڈ A 1987 - 04 - 19)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

میں نے یہ پچھلی دفعہ عرض کیا تھا کہ جس طرح سے اِنسان کا ایک ''ظاہر'' ہے ایک ''باطن'' ہے اِسی طرح سے تمام چیزیں ہیں دینی بھی ''ظاہر'' یعنی اَعمال ''باطن'' یعنی نیت یہ بھی دو حصوں پر مشتمل ہوا، اِن دونوں کو صحیح ہونا چاہیے اگر نیت صحیح نہیں ہے عمل صحیح ہے تو بھی وزن کم ہوجائے گا، نیت صحیح ہے عمل غلط ہوگیا ہے تو بھی وزن کم ہوجائے گا اَور نیت غلط ہے بالکل اَور عمل صحیح ہے بالکل تو بالکل بے اِعتبار ہوجائے گا جیسے منافقین نیت بالکل غلط اَور نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جس سے اَشرف نماز نہ ہوئی نہ ہوگی باوجود اِس کے بیکار ہے۔ تو نیت کو معمولی سمجھنا یہ توجہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے علم نہ ہونے کی وجہ سے ہے اگر دیکھا جائے تو نیت پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

علماء کرام نے اِس حدیث شریف کو اِتنا پسند کیا کہ بالکل شروع میں دے دیتے ہیں کتاب کی اِبتداء ہی اِس حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ سے کرتے ہیں۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف لکھی ہے سفر اَور حضر میں وہ لکھتے رہتے تھے جیسے جیسے ذہن میں آتا تھا موقع ملتا تھا وہ لکھتے تھے بڑی پاکیزگی سے بڑی

ہی اچھی طرح اِتنی اچھی طرح لکھی اُنہوں نے اِتنی اچھی نیت سے لکھی کہ وہ کہتے ہیں جَعَلْتُهٗ حُجَّةً بَيْنِیْ وَبَيْنَ اللّٰهِ یہ کتاب میں نے اپنے اَور اللہ کے درمیان ایک حجت بنائی ہے یعنی دلیل ہے یہ میرے عمل کی کہ میرا عمل اِس طرح کیوں تھا تو اُس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیا تھا حدیث شریف میں یا یہ آیا ہے قرآنِ پاک میں، بخاری شریف میں تفسیر بھی لکھی ''کتاب التفسیر'' اُس کا ایک حصہ ہے تو اُن کے اِخلاص کا بہت بڑا درجہ تھا تو خدا کے یہاں سے قبولیت بھی اُسی درجہ کی ہوگئی اَور ساری دُنیا کے مسلمان بخاری شریف کو جانتے ہیں اِمام بخاری کو جانتے ہیں۔ اَور جو صاحبِ مشکوۃ ہیں اُنہوں نے بھی یہی کیا ہے کہ اُسی طرز پر سب سے پہلے یہ روایت لائے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتُ اعمال کا اِعتبار خدا کے نزدیک نیتوں سے ہے، نیت صحیح عمل صحیح، نیت خراب عمل کا اِعتبار نہیں۔

اِس میں ایک بات یہ آرہی تھی کہ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی اِنسان کو وہ ملے گا جو وہ نیت کرے فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جس کی ہجرت اللہ اَور رسول کے لیے ہے اُس کی ہجرت اللہ اَور رسول ہی کے لیے ہے۔ اِس میں عربی کے اِعتبار سے بلکہ ہر زبان کے لحاظ سے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'شرط' اَور 'جزا' اَلگ اَلگ ہوتے ہیں شرط اَور جزا کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک جملہ بولتے ہیں کہ اگر تم میرے پاس آئے تو میں تمہارے پاس آوں گا تو یہ شرط اَور جزا ہوگئی ''اگر تم میرے پاس آئے'' تو یہ شرط ہوگئی ''تو میں تمہارے پاس آوں گا'' یہ جزا ہوگئی اِس کو شرط اَور جزا کہتے ہیں گرائمر کے اِعتبار سے نحو کے اِعتبار سے۔ تو شرط اَور جزا کے جو جملے ہوتے ہیں اَلگ اَلگ ہوتے ہیں بعینہٖ ایک ہی نہیں ہوتے اگر کوئی یہ کہے کہ اگر تم میرے پاس آئے تو اگر تم میرے پاس آئے تو یہ کوئی (بامعنٰی) جملہ نہیں بنا۔ حدیث شریف میں جو عبارت ہے وہ (بظاہر) اِسی طرح کی ہے۔

حالانکہ کلام اللہ سب سے زیادہ اِعجاز والا اَور اُس کے بعد نمبر دو جو اِعجاز ہے حدیث شریف کا ہے باقی اَور جتنے بھی جملے ہیں یا کلمات ہیں سب میں خامیاں نکلیں گی اَور حدیث شریف میں جتنا غور کریں گے خوبیاں نکلیں گی اِس لحاظ سے اِعجاز ہے اِس میں اَور یہ اِسلام کا اِعجاز ہے اَور اللہ کے اِرادے کا اِعجاز ہے اِس لیے کہ کسی کا کلام اِس طرح محفوظ نہیں رہا جیسے رسول اللہ ﷺ کا محفوظ رہا اَور سند تک موجود ہے باقی کسی نبی کا ہے ہی نہیں موجود۔

تو اِس طرح بیان کرنے کا مقصود اَور حکمت یہ ہے کہ جو کچھ کرو گے بعینہ وہی ملے گا تو جس نے نیت یہ کی کہ ہجرت اللہ اَور رسول کے لیے ہے تو جتنی اچھی نیت ہوگی بعینہ وہی جزا ملے گی جو اُس کی ہوتی ہے وہاں آخرت میں بعینہ وہی پائے گا اَور اگر خیال ہے اُس کا کہ یہاں کاروبار نہیں چلتا وہاں چلا جاؤں تو پھر یہ اللہ کے لیے نہیں بلکہ پھر اُس کی ہجرت اُسی کام کے لیے ہوگی شادی کرنے کا خیال تھا کاروبار کا خیال تھا تو پھر جس کے لیے نیت کی ہے اُس نے پھر وہی ہوگا بس **وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَأَةٍ يَّنْكِحُهَا يا يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ .** [1]

تو قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک عورت تھیں صحابیہ رضی اللہ عنہا اُنہوں نے ہجرت کی تو اُن سے ایک صحابی نے کہا کہ میں شادی کرنی چاہتا ہوں تو اُنہوں نے کہا کہ میں تو مدینہ شریف جا کر رہوں گی اگر شادی کرنی ہے تو وہاں آجاؤ وہ وہاں چلے گئے تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے جب یہ اَنداز فرمایا تو پھر آپ نے فوراً ہی تنبیہً یہ خطبہ دیا ہے اَور یہ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اِتفاق سے سب سے پہلا خطبہ ہے جو آپ نے دیا ہے نیتوں کی درستگی کا۔

فتحِ مکہ کے بعد مہاجرین کو مکہ میں سکونت کی اِجازت نہ ہونے کی حکمت :

اَب سمجھ لیجیے کہ ہجرت تھی فرض تو اہلِ مکہ نے ہجرت کی تو جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو اُنہیں واپس آجانا چاہیے تھا لیکن نہیں اِجازت ملی اُنہیں بلکہ حج کے بعد تین دِن صرف رہ سکتے تھے پھر فوراً مدینہ واپسی ضروری تھی اِس لیے کہ آپ کو پتہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں تو ثواب بتایا گیا ہے ایک نماز کا ایک لاکھ کے برابر اَور مدینہ طیبہ میں ہوتا ہے پچاس ہزار کے برابر ایسے ہی بیت المقدس میں بھی پچاس ہزار کے برابر تک گویا اَحادیث میں ملتا ہے کہ اِتنا اِتنا ثواب ہے لیکن جو لوگ ہجرت کر چکے تھے اُنہیں پھر بھی اِجازت نہیں تھی مکہ مکرمہ واپس جانے کی، کیوں جب ثواب ہے تو پھر کیوں اِجازت نہیں؟ اِس لیے نہیں تھی اِجازت کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کر رکھا ہے کہ جو آدمی وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے ہیں جب وہ مدینہ طیبہ میں نماز پڑھیں گے مسجد نبوی میں تو اُن کو وہاں (مکہ میں) نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا خود بخود تو نفع تو اِس میں زیادہ ہوگیا، پچاس ہزار یہاں اَور اِس کے اُوپر جو اَلاؤنس اُنہیں مل رہا ہے وہ اِس سے بھی دُگنا ہے وہ ایک لاکھ تو اَب اگر اِس پچاس ہزار کو چھوڑ کر

---

[1] بخاری شریف کتاب النکاح رقم الحدیث ۵۰۷۰

فقط ایک لاکھ پر رہتے ہیں تو وہ نقصان ہے تو اِس لیے بالکل اِجازت نہیں تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ.....۔

''مظلومیت'' مہاجرینؓ کا اِعزاز :

اَور ایک خاص بات ہے ''مظلومیت'' کی کہ سچ مچ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ مظلوم تھے تو اِن کو یہ حکم تھا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا کہ یہ اپنی مظلومیت کا اِظہار خدا کے سامنے ہمیشہ ہی کرتے رہیں وہ اِسی صورت میں تھا کہ جو گھر تھا (مکہ میں) وہاں لوٹ کر نہ جائیں کہ ہم تیرے لیے چھوڑ کر آئے تھے اَور ایسا چھوڑا کہ بعد میں اُدھر کا ہم نے رُخ ہی نہیں کیا سوائے اِس کے کہ عمرے کے لیے چلے جائیں یا حج کے لیے جائیں۔

تو اِس مظلومیت پر جو عنایت خدا کی طرف سے ہوتی تھی وہ اِتنی زیادہ تھی کہ وہ اَگر مکہ مکرمہ واپس چلے جاتے تو اُس کا مقابلہ بالکل نہیں ہوسکتا تھا۔ اُس کے مقابلے میں وہ بالکل ہیچ تھی کیوں یہ ہیچ اِتنا بڑا جملہ اِتنی بڑی فضیلت کے باوجود میں ہیچ کا لفظ کہہ رہا ہوں اِس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے دُعا دی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ ھِجْرَتَھُمْ خداوند کریم میرے صحابہ کرامؓ کے لیے جو اُنہوں نے ہجرت کی ہے وہ تو قائم رکھ اَور اُسے جاری رکھ یعنی وہ ہٹنے نہ پائے وَلَا تَرُدَّھُمْ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ اِس طرح کا جملہ فرمایا اِن کو اُلٹے پاؤں نہ لوٹا بلکہ اِن کی ہجرت قائم رکھ۔

آپ ﷺ کو مہاجر کی مکہ میں وفات کا دُکھ :

اَب ایک صحابی ہیں مہاجر ہیں حضرت سعد اِبن خولہ رضی اللہ عنہ وہ آئے مکہ مکرمہ ٹھہرے تین دِن کی اِجازت تھی اِس سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے تھے پتہ نہیں دوستوں نے مجبور کیا یا رشتہ دَاروں نے مجبور کیا کیا بات ہوئی جو وہ تین دِن سے زیادہ ٹھہر گئے اَور پھر بیمار ہوئے اَور وفات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ اُن پر ترس کھاتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے لٰکِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَۃَ یَرْثِیْ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ [1] لیکن بیچارہ سعد ابن خولہ.....تو غلطی ہوگئی اُن سے تین دِن نہ ٹھہرتے یا بیمار ہوگئے ہوتے پھر چاہے مہینہ بھر ٹھہرتے کوئی حرج نہیں تھا مگر بلا وجہ کے اَور بلا عذرِ شرعی کے اُن کے لیے جائز نہیں تھا تو ہجرت اِتنی بڑی چیز تھی اَور اِس کا ثواب اِتنا بڑا تو رسول اللہ ﷺ نے اِس پر تنبیہ کی اَور نیت درست رکھنے کا حکم فرمایا کہ بالکل درست رکھو نیت۔

---

[1] بخاری شریف کتاب مناقب الانصار رَقم الحدیث ۳۹۳۶

اَنبیائے کرام سے منسوب کسی چیز کی تحقیر پر کفر کا اَندیشہ ہوتا ہے :

اَب سوال یہ ہوتا ہے کہ اِنہوں نے جونیت کی شادی کی تو وہ بھی کوئی برا کام تو نہیں ہے بلکہ اِرشاد ہوا اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ [۱] فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ [۲] او کماقال علیہ السلام یہ تو میری سنت ہے اَور اگر کوئی آدمی نکاح سے چڑتا ہے حقیر سمجھتا ہے وہ میرا نہیں ہے۔ تو نکاح کو حقیر جاننا یہ غلط ہے چاہے نکاح نہ کرے بہت لوگ ہیں ایسے، نکاح نہ کرنا اَلگ بات ہے حقیر جاننا اَلگ بات ہے کیونکہ یہ فرمایا یہ میری سنت ہے جو چیز سنت ہے اُس کو پھر بنظر حقارت دیکھنا یا برا کہنا وہ جائز نہیں ہے منع ہے یہ ہمیں جاننا چاہیے بڑا ضروری ہے۔

یہ جو گدھا ہے یہ ایک ایسا جانور ہے کہ ہر آدمی اِس کی مثال دیتا ہے اَور بیوقوف کو کہتے ہیں یہ گدھا ہے اَور یہی نہیں کہ یہاں کہتے ہیں بلکہ قرآنِ پاک میں بھی ہے کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا تو بیوقوفی میں ضرب المثل ہے یہ، لیکن اِس کے اُوپر کوئی سوار ہو اَور آپ اُس کا مذاق اُڑائیں سواری کا وہ بالکل منع ہے کیونکہ سب اَنبیاء کرام اِس کی سواری کرتے رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اِس کی سواری کی ہے اَور خَرِ عِیْسٰی تو مشہور ہی ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا گدھا۔ اَور گدھے مختلف ہوتے ہیں جیسے سندھ میں ہوتے ہیں وہ تو گھوڑے کی طرح بھاگتے ہیں لیکن یہ جانور اِس اِعتبار سے اِتنا خوش قسمت ہے کہ اَنبیائے کرام کی سواری رہا ہے عقل کے اِعتبار سے بیوقوف ہونا یہ قرآنِ پاک میں بھی آگیا ہے اَور ضرب المثل ہے اِنسانوں میں، اُس کو منع نہیں کیا گیا مگر سواری کا مذاق نہیں اُڑا سکتے تو لوگ تو بہت بے خوف ہوتے ہیں وہ داڑھی کا مذاق اُڑانا اَور چیزوں کا مذاق اُڑانا جو چیزیں ثابت ہو جائیں کہ یہ سنت ہیں رسول اللہ ﷺ کی یا اَنبیائے کرام کی تو اُس کا اَگر مذاق اُڑاتا ہے تو پھر کفر کا اَندیشہ ہے اَور ذرا سی بات ہوتی ہے اَور اِیمان اَور کفر کا سوال کھڑا ہو جاتا ہے تو اِنسان کو بڑی اِحتیاط رکھنی چاہیے جب معلوم ہو جائے کہ یہ چیز سنت ہے بس پھر اُس کے بعد اُس کے بارے میں کوئی کلمہ نہیں کہہ سکتا برا۔

---

[۱] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح رقم الحدیث ۱۸۴۶ [۲] بخاری شریف کتاب النکاح رقم الحدیث ۵۰۶۳

تو سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والتسلیم نے یہ فرمایا نکاح میری سنت ہے اَب اُسے کوئی برا نہیں کہہ سکتا اِن صحابی نے اگر اُس کی نیت کر لی تو کون سی بری بات کی نیت کی ہے۔ تو بری بات کی نیت نہیں ہے مگر مقصود رسول اللہ ﷺ کا یہ ہے کہ جو بہت اَفضل چیز ہے اُس کو چھوڑ کر ایک ایسی چیز میں لگ گئے جو بہت چھوٹی سی ہے۔

بعض تاجروں کا رونا :

یہ جو تاجر طبقہ ہے میں نے سنا ہے کئی دفعہ اچھے خاصے لوگوں سے سنا ہے کہ پندرہ لاکھ کا نقصان ہو گیا دس لاکھ کا نقصان ہو گیا بیس کا لیکن دیکھنے میں پھر بھی وہ ٹھیک ٹھاک تو معلوم یہ ہوا کہ نفع جتنا اُنہوں نے سوچا تھا کہ اِس سال مجھے پچاس لاکھ کا نفع ہوگا اَور پچاس لاکھ کا نہیں ہوا پینتیس لاکھ کا ہوا ہے اِس لیے وہ رو رہا ہے کہ میرا پندرہ لاکھ کا نقصان ہو گیا بالکل اِسی طرح سے یہ بھی ہے کہ نقصان جو ہوا اُن کا وہ نفع کا نقصان ہو گیا کسی کو اَگر لاکھوں ملنے والے ہوں اَور اُسے ایک آنا ملے پانچ کا سکہ ملے تو کتنا بڑا نقصان ہے اِسے مِلا تو ہے اِس میں شک نہیں ہے فائدہ ہوا ہے، حاصل ہی کچھ ہوا ہے لیکن نقصان کتنا بڑا رہ گیا نفع میں کتنی کمی آ گئی جیسے کہ نہ ہونے کے برابر۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اگر کسی جائز کام کی بھی نیت کر کے آ رہا ہو تو بھی وہ وہ بات حاصل نہیں کر سکتا جو خدا اَور رسول کے لیے ترکِ وطن کرنے میں حاصل ہوتی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے اِس حدیث شریف میں نیت پر زور دیا ہے اَور میں نے عرض کیا جیسے ظاہر اَور باطن دو چیزیں ہیں اِنسان کے ساتھ لگی ہوئی اُسی طرح سے یہ اَعمال میں بھی ہے ظاہر اَور باطن اِن دونوں میں تطابق ہونا ضروری ہے دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے اَور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ بھی نہیں ہے کہ آپ کسی طرح سے ظاہراً کرتے رہیں اَور باطناً خراب نیت ہو اَور پھر بچ جائیں خدا کی نظر سے یہ تو نہیں ہوگا خدا کے یہاں تو پتہ چلتا ہے اُس کا فرق اَجر پر بھی پڑے گا تمام چیزوں پر پڑتا ہے اُس کا اَثر۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا.....

۞ ۞ ۞

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے اِقدامات

مکتوبِ گرامی بنام حضرت اَقدسؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِدارہ تحقیقاتِ اِسلامی

اِسلام آباد (پاکستان)

گرامی قدر مکرم و محترم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمید کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے، اِدارہ تحقیقاتِ اِسلامی اپنے ماہانہ مجلّہ ''فکر و نظر'' کا نفاذِ شریعت نمبر شائع کر رہا ہے۔ یہ خصوصی شمارہ اِنشاء اللہ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ کا شمارہ ہوگا۔

پاکستان میں نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں جو کچھ علمی و فکری اَور عملی کام ہوا ہے اِس میں اُس کا مکمل تعارف ہوگا۔

ہماری کوشش یہ ہے کہ اِس میں زیادہ سے زیادہ علماء کے علمی نگارشات شامل ہوں۔ ہم نے اپنے طور پر بھی ایک مختصر فہرستِ عنوانات بنائی ہے، وہ بھی ہمراہ منسلک ہے لیکن یہ

ضروری نہیں ہے کہ آپ اِسی دائرئے میں محدود ہو کر کچھ لکھیں۔ مرکزی عنوان ''پاکستان میں نفاذِ شریعت'' کی روشنی میں آپ جو بھی مناسب خیال فرمائیں، تحریر فرماویں۔ آپ کے تعاون کے بغیر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

آپ اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود اُمید ہے کہ ہمیں اپنے رَشحاتِ قلم سے نوازیں گے اَور فکر ونظر کے صفحات کو عزت بخشیں گے۔

رُکن مجلس اِدارت ماہنامہ فکر ونظر کی حیثیت سے بھی اَور ذاتی طور پر بھی آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔

والسلام مع الاحترام

ناچیز محمد میاں صدیقی

۳۰/نومبر ۱۹۸۱ء

حضرت اَقدسؒ کی طرف سے جوابی مکتوب

محترم ومکرم دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ موجودہ ملکی حالات میں ایک موضوع بہت اہم معلوم ہوا اِسی پر اپنی تجاویز بھیج رہا ہوں ملاحظہ فرمالیں۔ یہ تجاویز اگر نجی طور پر بھی صدر محترم تک پہنچ سکیں تو اِس کی بھی کوشش فرمائیں۔

اِن تجاویز کو علماء کی کسی سیاسی جماعت کے بغیر عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا میں اِن تجاویز پر اِسی نقطۂ نظر سے غور کرتا رہا ہوں، ہمارے طبقہ میں جو سب سے مؤثر جماعت ہے وہ معلوم ہی ہے۔

منسلکہ اَوراقِ تجاویز میں جو کچھ تحریر ہے وہ تو میں نے اِنفرادی طور پر متعدد علماء کو دِکھایا بھی ہے۔ اِس کے علاوہ یہ تجویز بھی نفاذِ نظامِ اِسلامی کے لیے ذہن میں آرہی ہے کہ ذی اِستعداد علماء کو وکالت کا حق دیا جائے کہ وہ وکلاء کی طرح عدالت میں پیش ہوسکیں۔

اُنہیں اِسلامی وکیل کی ڈگری دے کر باقاعدہ وکیل کا درجہ دیا جائے چاہے مجسٹریٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک۔ سماعت کرنے والے یہی لوگ ہوں جواَب ہیں، کیس اَور دلائل سن کر شرعی فیصلہ دے دیں۔ مذہب متعین کر دیا جائے کہ فیصلے فقہ حنفی کے مطابق ہوں گے تا کہ کوئی پرویزی قسم کا آزاد فکر جج فیصلوں میں خرابی نہ لائے اَور مذہب کھلونا نہ بنے۔

(ویسے بھی ریاست کے مذہب کی تعیین اِنتہائی ضروری ہے (جواَب بھی ہوسکتی ہے)۔

سول اَور مارشل عدالتوں کے فیصلوں سمیت تمام مسائل وحوادث میں عدالتِ شرعیہ کی طرف رجوع کی اِجازت ہو اَور اِس کی ہی برتری تسلیم کی جائے۔ یہ بات خود ایک مسلمان حاکم پر فرض ہے کہ وہ تسلیم کرے اَور تسلیم کرائے۔

یہ حصہ میرے دُوسرے سابق مضمون میں نہیں ہے جو منسلک ہے اِس لیے یہ بعد میں اَور الگ لکھ رہا ہوں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۸/دسمبر ۱۹۸۱ء

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ!

پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے اِقدامات، مشکلات اَور اُن کا حل

اِس عنوان کے تحت میری دو تجاویز ہیں۔ ایک کا تعلق عدلیہ سے ہے اَور دُوسری کا تعلق مرکزی اسمبلی کے اِنتخابات سے ہے کہ آئین میں جس طرح اَور ترامیم کی گئی ہیں ایک ترمیم تناسب نمایندگان کے بارے میں کر دی جائے کہ

ملک کی اِکیاون فیصد سیٹیں صرف علماء کے لیے ہوں گی چاہے وہ آپس کے اِتفاق سے اُن سیٹوں سے آجائیں چاہے عالم کے مقابلہ میں عالم کھڑا ہو اَور ووٹ سے کوئی ایک جیت جائے۔ اِس صورت میں عالم

کے اَوصاف و شرائط کا تعین حکومت خود کرے گی اِس طریقۂ اِنتخاب کی مثال اِیران میں موجود ہے۔ بقیہ ۴۹ فیصد سیٹیں سیاسی جماعتوں کے لیے ہوں۔

دُوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ علماء چالیس فیصد، ریٹائرڈ فوجی بیس فیصد اَور سیاسی جماعتیں چالیس فیصد کا تناسب مقرر کر کے اِنتخابات کرادِیے جائیں، اِس طرح اِنتخابات کرادینے سے بہت سے ایسے خطرات جن کا ٹلنا مشکل نظر آرہا ہے ٹل جائیں گے۔ موجودہ حکومت جس حکومت کو اِقتدار منتقل کرے گی وہ سنجیدہ اَور مصلح ہوگی۔ ملک ہر قسم کی داخلی پراگندگی سے بچا رہے گا۔ فوج کو بھی اِطمینان ہوگا کہ سابق فوجی بیس فیصد کے تناسب سے نمایندگی کر رہے ہیں اَور آئینی تحفظات جو صدر مملکت چاہیں اپنے لیے پہلے ہی طے کرسکیں گے۔

بہرحال یا تو بادشاہت ہو یا کمیونزم ہو اِن ہی دو صورتوں میں اِنتخابات سے بچا جاسکتا ہے لیکن کمیونزم میں پہلی بار تو اِنتخابات لازماً ہوا کرتے ہیں پھر وہ نمایندہ تاحیات ممبر رہتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں ہمارے ملک میں نہ ہیں نہ ہوسکتی ہیں اِس لیے اِنتخابات کے سواء کوئی راستہ نہیں۔

مارشل لاء عارضی قانون ہے۔ عارضی قانون والی حکومت بھی عارضی اَور عبوری دَور ہی کے لیے ہو سکتی ہے اِس کے دَوام کی کوشش غلط ہے اِسے تبدیل ہونا چاہیے مگر اِس طرح کہ اَور کوئی خرابی بھی رُونما نہ ہونے پائے اَور اِس کے لیے اَسلم صورت یہی نظر آتی ہے جو میں نے ذکر کی۔

اِنتخابات کا کوئی بھی فارمولا ہو وہ آج تو چل سکتا ہے لیکن اگر ملک میں خدانخواستہ کسی قسم کا ہنگامہ کھڑا ہوگیا تو پھر قوم کو اِعتماد میں لے کر مفید الیکشن کرانا ممکن نہ رہے گا۔ لوگ پھر کسی بات کا اِعتبار نہیں کرتے اِس لیے اِس کام کو مفید ترین طریقہ پر مکمل کرادینے میں قطعاً دیر نہ کرنی چاہیے۔

دُوسری تجویز جو میں نے پہلے سے لکھ رکھی تھی ص ۲ پر شروع ہوتی ہے۔

نظامِ اِسلامی بروئے کار لانے کے لیے دو مؤثر فارمولے

صدر مملکت پاکستان چند سال سے یہ اِعلان کر رہے ہیں کہ وہ ملک میں نظامِ اِسلامی نافذ کر کے رہیں گے اِس طرح گویا وہ اِنقلابِ اِسلامی کے داعی بن رہے ہیں۔ اَور اگر واقعی وہ نظامِ اِسلامی نافذ کردیں تو یہ اُن کا اِنقلابی اِقدام ہوگا۔

ہم بناءِ پاکستان کے وقت سے یہی مطالبہ کرتے آئے ہیں اَور اَب بھی کرتے ہیں اِس لیے عرض ہے کہ صدرِ محترم اگر اِسلامی اِنقلاب لانا چاہتے ہیں تو اُنہیں اِسلام کے غلبہ اَور اُس کے قانونی نفاذ کے لیے دو قسم کے اِقدامات کرنے ضروری ہیں۔

(ا) عدلیہ کی تبدیلی :

الف : چیف جسٹس اَور اُس کے تمام ساتھی جج عالم مقرر کیے جائیں اَلبتہ چیف جسٹس اگر اپنے ساتھ اپنی اِمداد کے لیے کسی اَنگریزی قانون دان جج یا بین الاقوامی ماہر قانون وکیل کو جج رکھنا چاہے تو اُسے اِس کا اِختیار ہو۔

ب : اَعلیٰ عدالت (سپریم کورٹ) عدالت ہائے عالیہ (ہائی کورٹ) سیشن کورٹ اَور مجسٹریٹ درجہ کے سب عہدہ دَاران عدلیہ (دیوانی وفوجداری) صرف علماء مقرر کیے جائیں۔

یہ اِقدامات عملاً نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کے لیے ضروری ہیں۔ ورنہ فرسودہ اَنگریزی قانون کے ماہرین میں چند علماء کی شمولیت چنداں مفید نہیں۔ یہ تین علماء بھی پہلے علماء کی طرح ناکام ہو کر نکل آئیں گے۔

ج : شرعی عدالتوں کے تحت مارشل عدالتیں بھی آئیں گی اِسلامک لاء کی برتری مارشل لاء پر تسلیم کرنا ہوگی۔ یہ دینی فریضہ ہے اِس لیے اِسے صاف اَور واضح طرح تسلیم کیا جائے۔ علماء کی عدالتیں اِسلامی مارشل لاء کے تحت فیصلہ دیں گی۔ اِسلام کے مارشل قوانین پر خود اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جلیل القدر کتاب ''سِیَرِ کَبِیْر'' مع شرح تین جلدوں میں موجود ہے۔

د : وزیرِ قانون بھی عالم ہی ہو۔

قانونِ اِسلامی کے نفاذ کے لیے قوتِ علمی وعملی دونوں دَرکار ہیں ایک قوت ''قوتِ علمی'' علماء کے پاس ہے دُوسری قوت ''عمل ونفاذ'' صدرِ مملکت کے پاس ہے یہی دو طاقتیں بروئے کار لانی ضروری ہیں۔

علماء کے علاوہ اِس قانون کو کوئی نہیں جانتا اَور جس چیز کو کوئی نہیں جانتا ہو وہ اُسے کیسے عمل میں لاسکتا ہے؟

اگر نظامِ اِسلامی کا نام ہزار بار بھی لیا جائے تب بھی وہ نہ آئے گا جب تک کہ عملاً ہی اُسے نہ لایا جائے تجاویز اَور خاکوں سے یا بتدریج اِسلامی قوانین کے اِجراء سے حکومتِ وقت کو اِسلامی اِنقلاب لانے میں

کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ یہ قانون جب بھی آئے گا ایک دَم پورا آئے گا۔ اَور نا تمام حالت ایک ایک اِسلامی قانون اَنگریزی قانون کے ساتھ ملا کر جاری کرنا ایسا ہے جیسے آدھا کلمہ پڑھا جائے یا ناپاک چیز پاک پانی میں ڈال دی جائے۔ اِن ناپاک قوانین کا وجود اَور بالا دستی دونوں ہی ختم ہونی ضروری ہیں۔ یہ اَنگریز کے مسلّط کردہ قوانین پر بیچ ہیں اَور اِنہیں قصداً اپر بیچ بنا کر مسلّط کیا گیا ہے تاکہ دو جھگڑنے والوں کا قضیہ طے نہ ہو مقدمہ طویل تر ہو جائے اَور اُن کی آپس کی دُشمنی اِتنی مستحکم ہو جائے کہ نسلاً بعد نسل چلتی رہے۔

اِن ہی منحوس قوانین کی بدولت تصفیہ طلب مقدمات کی فائلوں کے اَنبار کے اَنبار لگ گئے ہیں۔ اِسلامی قانون کے نفاذ کے بعد یہ سب مقدمات بِلا مبالغہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سال میں طے ہو جائیں گے اَور اِس خوبصورتی سے فیصلے ہوں گے کہ مسلمانوں کی آپس کی دُشمنیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔

اِس ملک میں اَکثریت حنفی حضرات کی ہے لہٰذا اِس ملک کا قانون حنفی ہی ہوگا جیسے اِیران میں اَکثریت ہی کا قانون نافذ کیا گیا ہے۔

جدید مسائل کا حل :

جدید مسائل جب بھی پیش آئے اُن پر علماء نے غور کیا ہے اَور فتاوی شائع کیے ہیں مثلاً ''بندوق کی گولی سے شکار، زوجہ مفقود الخبر کے اَحکام، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، رؤیت ہلال، مشینی ذبیحہ، خون چڑھانا، اعضاء کی پیوند کاری، جدید اِقتصادیات اَور اِسلامی اِقتصادیات'' ایسے موضوعات پر برابر تصانیف ہوتی رہی ہیں۔

علماء کا یہ آل پاکستان نمایندہ اِجلاس مذہب کا نمایندہ اِجلاس ہے۔ یہ اِجلاسِ علماء حکومت سے اِس کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد اَز جلد صحیح طریقہ کار اِختیار کر کے نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ کرے۔ ہم اِس نکتہ پر اپنے ساتھ بِلا اِمتیاز ہر جماعت کو لینے کے لیے تیار ہیں اَور زیادہ سے زیادہ جماعتوں کو اپنے ساتھ ملائیں گے۔

نوٹ : مذکورہ بالا صورت میں عدلیہ کے اَفراد کے لیے اُن کی تنخواہیں اَور وکلاء کے لیے وظائف جاری کیے جائیں اَور اُنہیں علومِ دینیہ کی مکمل تعلیم دِلائی جائے تاکہ یہ پھر اپنے فرائض اَنجام دے سکیں۔ اُن کے لیے تعلیمی اِنتظام اُن کے شایانِ شان اَنداز سے ہونا چاہیے۔ اِس سلسلہ میں ممالکِ اِسلامیہ عربیہ سے بھی بھرپور تعاون حاصل کیا جائے۔

(۲) بحالی اِسلامی جمہوریت :

صدر محترم کو اِسلامی اِنقلاب کی تکمیل کی طرح اِسلامی جمہوریت بحال کرنے کا وعدہ بھی پورا کرنا چاہیے تاکہ ہر طبقہ مطمئن ہو اَور فوج کے تادیر اِقتدار پر قابض رہنے اَور پابندیاں بڑھاتے رہنے کی وجہ سے عوام میں جو نفرت پیدا ہوئی ہے اُس کی تلافی ہو سکے۔

لیکن صدر محترم کے لیے جو داعی اِنقلابِ اِسلامی ہیں ضروری ہے کہ قومی اَسمبلی میں بھی علماء کی نمایندگی کی اَکثریت کا آئین میں اِضافہ کریں اَور اِنتخابات کرادیں۔ اِس طرح ایک دینی ماحول کی طرف اِقتدار کی پرسکون منتقلی قوم میں نہایت دَرجہ اِعتدال قائم رکھے گی قوم میں اِیثار قربانی اَور حسن کردار و اَخلاق کی وہ صفات نمودار ہوں گی جو حکمران طبقہ اَور عوام کے لیے یکساں طور پر مفید ہوں گی۔ اِنشاءاللہ۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِتعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِتعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

قسط : ۱۹

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ بجنوری ﴾

فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ

۞ ۞ ۞

اِخلاص وللّٰہیت :

حضرت شیخ الاسلامؒ کا سب سے بڑا کمال اَور سب سے زیادہ بلند مقام اُن کا خلوص ہے۔ حضرتؒ کی یہ ایک ایسی صفت ہے کہ جس کا اِعتراف اُن کے دُشمن اَور مخالف بھی کرتے ہیں اَور کرتے رہیں گے، یوں تو سب ہی اِنسان اپنی زبان سے اِقرار کرتے ہیں کہ وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں مخلص ہیں لیکن یہ دعویٰ صرف زبان سے کہہ دینے سے پورا نہیں ہوتا کیونکہ اِخلاص فعلِ قلبی ہے نہ کہ فعلِ لسانی تاوقتیکہ کسی آدمی کا قلب درست نہ ہو اِخلاص پیدا نہیں ہوسکتا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ہم لوگوں کو جلالین شریف ختم کراتے وقت (شرکاءِ جلالین شریف نے اَور حضرت اُستاذی مولانا سیّد فخر الحسن صاحب نے حضرت سے درخواست کی تھی کہ جلالین کی آخری عبارت پر کچھ اِشارہ فرما کر دُعائے ختم کرادی جائے، حضرتؒ نے اِس درخواست کو منظور کرلیا تھا) اِرشاد فرمایا تھا کہ قرآنِ پاک کی یہ آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ایک ایسی جامع آیت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔

آپ نے اِرشاد فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کی عبادت تین طرح سے کی جاتی ہے: (۱) ثواب کے لالچ اَور عذاب کے خوف سے (۲) رضاءِ اِلٰہی کے لیے (۳) اللہ تعالیٰ کو مستحقِ عبادت و بندگی اَور پرستش سمجھتے ہوئے۔ آپ نے اِرشاد فرمایا اِسلام میں یہ تینوں طریقے محمود ہیں لیکن تیسرا طریقہ یعنی اللہ تعالیٰ کی بلا کسی غرض ولالچ

کے عبادت اَور تابعداری کرنا یہ نہایت اُونچا مقام ہے جو بعض مخلصین ہی کو حاصل ہوتا ہے گویا کہ اِخلاص کی آخری منزل یہی ہے۔

آپ نے اِرشاد فرمایا تھا کہ رضائے باری تعالیٰ کے لیے بندگی کرنا یہ بھی لالچ کی بندگی ہے اِس میں بھی اِخلاص نہیں ہے کیونکہ خدا مالک ہے اَور حاکم ہے اُس کو اِختیار ہے کہ چاہے راضی ہو یا نہ ہو، اَور اگر وہ راضی نہیں ہوتا ہے تو اِس کے معنٰی کیا یہ ہو سکتے ہیں کہ اُس کی عبادت ترک کر دی جائے گی۔ ہاں بندے کی یہی شان ہے کہ وہ اُس کی عبادت اَور تابعداری کرنے میں اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کا خیال بھی دِل سے مٹا دے اَور یہ سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں قرآن کہتا ہے وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اِس میں اُسی عبارت کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے جس کو میں تیسرے نمبر میں بیان کر چکا ہوں یعنی اِنسان کو پیدا ہی عبادت اَور بندگی کے لیے کیا ہے اِس میں اِنسان اگر اپنی کوئی غرض شامل کرنا چاہے وہ ثواب کی غرض ہو یا رضاء اِلٰہی کی، اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ بندگی کے منافی ہے۔ اگرچہ اِسلام نے سب کو پسند کیا ہے اَور محمود قرار دیا ہے مگر میں اِخلاص فی العبادت کے اَصلی معنٰی بیان کر رہا ہوں جس کو شریعت میں ''اِحسان'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اِخلاص کی اِس تعریف کے بعد یہ معلوم کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے تیسرے نمبر کو کیوں ترجیح دی ہے، وجہ غالبًا اِس کی یہ ہے کہ بلا غرض جو کام کیا جاتا ہے اُس کو مداومت حاصل ہوتی ہے اَور وہ گنڈے دار نہیں ہوتا کہ کبھی کیا اَور کبھی نہیں کیا دُوسرے یہ کہ کام میں حسن اَور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کام کو مداومت اَور اُس کام کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت اچھے طریقے سے اَنجام دینا کام کرنے والے کے اِخلاص کے اعلیٰ مقام پر دال ہوتا ہے کیونکہ جو کام اَجر یا عوض کی نیت سے کیا جاتا ہے کام تو ہو جاتا ہے لیکن بے حسن ہوتا ہے اَور اگر کچھ حسن بھی پیدا ہو گیا تو اِتنا کمال حسن نہ پیدا ہوگا جو بے لوثی کے ساتھ اپنے فرائضِ منصبی کے اِحساس کے ماتحت کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے جنگِ آزادی میں بھی کارہائے نمایاں اَنجام دیے حتی کہ ملک کو آزاد کرالیا اَور دینی خدمات، درسِ حدیث، تبلیغی اَور دُوسرے تعمیری کام بھی اَنجام دیے اِن تمام اُمور میں حضرتؒ اِخلاص کے اُونچے مقام (نمبر تین) کو اِختیار کیے ہوئے تھے۔

جنگِ آزادی میں متعدد تحریکیں فیل ہوئیں، مسٹر جناح نے دھوکہ دیا اَور کلکتہ میں موقع پا کر اِعلان کر دیا کہ میں نے مسلمانوں کو علماء کے ہاتھ سے چھین لیا ہے، حضرتؒ جیل میں بھی بھرسوں رہے لیکن قدم پیچھے نہ ہٹا حتی کہ جس وقت آپ نینی جیل میں تھے آپ کو تحریک کے فیل ہونے کی اِطلاع ملی تو اِرشاد فرمایا: اَب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ میری قبر کسی جیل میں بن جائے گی آپ کے اِس مجاہدانہ عزم میں وہی اِخلاص کارفرما تھا جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔

جب آپ جہادِ حریت میں کامیاب ہوگئے تو یہ فرما کر علیحدہ ہوگئے ''حکومت کے عہدے اُن کو ملیں جن کو اِس کی طلب ہو'' اَور فوراً ہی سیاست سے کنارہ کش ہوگئے حتی کہ حکومت نے پدم بھوشن کا خطاب دیا تو اُس کو بھی شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا اَور جب آزادی کا پھل کھانے کا نمبر آیا تو سیاست سے علیحدگی اِختیار کی اَور دُوسرے رہنماؤں کی طرح حکومت کے عہدے اِختیار نہیں کیے، کتنا بڑا اِخلاص ہے۔ اِس اِخلاص کا اَندازہ اِس طرح ہوسکتا ہے کہ خدمات دُوسرے لیڈروں نے بھی اَنجام دی ہیں مشقتیں دُوسرے لیڈروں نے بھی اُٹھائی ہیں مسلسل قید و بند کی سختیاں بھی برداشت کرتے رہے ہیں لیکن اِخلاص کا یہ منور چہرہ اَور اِخلاص کی یہ خوشبو کسی لیڈر کی خدمات میں موجود نہیں۔ صرف حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہی اِس میدان کے وہ تنہا سپاہی اَور سالار اعظم ہیں کہ جن کی خدمات کو مخلصانہ کہا جاسکتا ہے۔

حضرتؒ کی سیاسی خدمات کو اِخلاص کی مذکورہ تعریف کے میزان میں تول کر دیکھیے بال برابر فرق نہ ہوگا۔ جہادِ حریت میں عنداللہ آپ کا وہی مقام ہے جو ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا ہوتا ہے، آپ کو سیاسی تقریروں اَور تحریروں میں وہی اَجر و ثواب ملے گا جو ایک مجاہد کو تلوار چلانے میں ملتا ہے، اِنشاء اللہ۔

اِس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کے تبلیغی دَورے اَور اَسفار دیکھیے کہ اُن میں کتنا اِخلاص ہے۔ آپ کے تبلغی دَوروں کی اِبتداء ہندوستان کے صوبہ آسام سے ہوئی ہے، آسام ایک ایسا مقام ہے کہ جس کو دیکھ کر

تعجب ہوتا ہے کہ اِس کو اِنسانوں نے اپنے قیام کے لیے کس طرح منتخب کرلیا چاروں طرف پہاڑ دریا ہیں، آندھی اَور زلزلہ کا یہ عالم کہ تصور سے رُوح کانپتی ہے۔ بانس کنڈی کے قیام کے دَوران راقم الحروف نے اِن لرزہ خیز طوفانوں کے تھپیڑے کھائے ہیں، اِن طوفانوں میں حضرتؒ تبلیغی دَورے کرتے ہوئے دریا اَور پہاڑوں کو کھوندتے ہوئے پھرتے رہے ہیں۔

آج کل اَگر کسی مقرر کے جلسہ میں مجمع زیادہ نہ ہو تو اُن کے منہ سے بات نکلتی ہی نہیں حالانکہ زبان سے یہی کہتے ہیں کہ ہماری تقریر اللہ تعالیٰ کی رضا اَور ثوابِ آخرت کے لیے ہے مگر جب عمل کا نمبر آتا ہے تو چپ ہوجاتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دس دس اَور پندرہ پندرہ آدمیوں کے سامنے اُسی جوش اَور اَنداز سے تقریر کی ہے کہ جس طرح ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں فرماتے تھے۔ اِس مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج مشرقی پاکستان اَور آسام میں حضرتؒ کے ۹۶ خلفاء موجود ہیں۔

ایک دِن حضرتؒ کے یہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اَور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ تشریف لائے اَور دونوں حضرات نے حضرت سے درخواست کی کہ اَب آپ کمزور ہوگئے ہیں اَسفار بند فرمادیں۔ حضرتؒ نے فوراً ہی اِرشاد فرمایا جس کی صدا آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے کہ ''میرے بس کی بات نہیں کہ اَسفار بند کردُوں۔''

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اِس بات کو آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کی جدجہد، طائف کی تکالیف، بدر واُحد کے میدان کی زندگی میں ملاحظہ فرمایئے۔

آنحضرت ﷺ نے دوستوں، رشتہ داروں کی بیوفائیوں سے اپنے کام سے باز رہے اَور نہ مصائب وآلام ہی نے آپ کا قدم ڈگمگایا یہاں تک کہ فتح مکہ ہوا اَور یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کی بشارت دے کر آپ کو کامیابی پر مبارکباد پیش کی گئی۔ جب دین کامل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بُلا لیا تاکہ کوئی بدبخت یہ نہ کہہ دے کہ محمد ﷺ عالم میں حکومت کرنا چاہتے ہیں یا ملک گیری کی ہوس رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کا مقامِ خلوص اَور فناء فی الرسول ہونا کس قدر مشابہت رکھتا ہے حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے کہ کسی کام میں بھی اَدنیٰ درجہ کی خودغرضی کا شائبہ نہیں ہے۔

اِیں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جس سال آپ آخری حج سے تشریف لائے تو دیوبند تقریباً دو بجے شب پہنچے اُسی وقت اعلان کر دیا صبح کو سبق ہوگا، دُنیا سفر سے آکر ایک ایک ہفتہ مہینہ مہینہ بھر آرام کرتی ہے لیکن یہاں راحت و آرام کا نام ہی نہیں ہر وقت اپنی ڈیوٹی اَور فرضِ منصبی کا خیال ہے۔ کیا یہ کیفیت بغیر اِخلاصِ کامل کے حاصل ہوسکتی ہے ہرگز نہیں، مہتمم صاحب اِرشاد فرماتے ہیں کہ ایک دِن حالتِ مرض میں آپ کی خدمت میں تنخواہ تقریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ پیش کی گئی تو آپ نے فوراً ہی اِنکار فرما دیا کہ جب میں نے کام ہی نہیں کیا تو کیوں لوں۔ ہم جیسے لوگوں کی تو ڈیڑھ ہزار روپیہ دیکھ کر رَال ٹپک جاتی لیکن ایک صاحب اِخلاص کے یہاں اِن چیزوں کا خیال تو دَرکنار اِس قسم کے حالات سے اُن کو تکلیف ہوتی ہے۔

دارُالعلوم میں جتنے اَیام پڑھایا اُتنے ہی دِن کی تنخواہ لی حالانکہ کام سب سے زیادہ کرتے تھے۔ رات کے بارہ بجے تک اَسباق پڑھاتے رہتے تھے۔ عبادت میں اِخلاص کا یہ عالم کہ سفر، حضر، جلسہ میں ہوں یا اسٹیشن، جہاز میں ہوں یا ہوٹل،.....ریل میں جماعت اَور صلوۃ اللیل کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے، روزانہ ایک بجے سونا ہوتا فوراً ہی دو بجے بیدار ہوجاتے ایسے ہی جلسوں میں رات رات بھر مصروف، لوگ آرام کے لیے بستر تلاش کرتے، یہ مردِ مجاہد مصلّٰی تلاش کرتا اَور ہاتھ باندھ کر خدا کے حضور میں حاضر ہوجاتا۔ ہم جیسے لوگ تو یہی تاویل گھڑیں گے کہ میاں نفس کا بھی حق ہے کچھ آرام بھی کرنا چاہیے اَور تقریر بھی تو خدا ہی کے لیے کی ہے اَب تہجد کی کیا ضرورت ہے۔

لیکن وہ حضرات جن کو اِخلاص کا اَعلیٰ مقام حاصل ہے اُن کے یہاں تاویلات نہیں ہوتیں بلکہ وہ اِن تمام اُمور کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے نہایت حسن وخوبی کے ساتھ اَنجام دیتے رہتے ہیں، بیشک حضرت شیخ الاسلامؒ کی لغت میں فرائضِ منصبی اَور مخلصانہ بندگی کے مقابلہ میں راحت و آرام کا لفظ موجود نہیں تھا۔ (ارشاد مہتمم دارُالعلوم دیوبند)۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

قسط : ۵

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

''پردہ'' اِنسان کی فطری ضرورت ہے، سلیم الفطرت عورت کی حیاء وشرم کا طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ اَپنوں کے سوا غیروں سے پردہ میں رہے بلکہ ایک حد تک اِنسان کا اپنے کو پردہ میں رکھنا اِنسانیت کا فطری تقاضا ہے۔ بے حیائی، بے پردگی اَور عریانیت کو کوئی شریف اِنسان گوارہ نہیں کرتا۔

اِس مجموعہ میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے جملہ اِفادات، ملفوظات، مواعظ، تصانیف فتاوی کو کھنگال کر پردہ سے متعلق جملہ ضروری مباحث کو عقل ونقل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز پردہ کی مشکلات، ضرورت کے مواقع، ایک گھر میں رہتے ہوئے پردہ کی دُشواریاں اَور اُس کا حل وغیرہ وغیرہ ضروری مباحث کو تفصیل سے اِس مجموعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زینت اَور اُس کی اَحکام کی تفصیل، غیر عورتوں سے پردہ کی حد اَور اُن سے علاج کرانے سے متعلق ضروری ہدایات۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

پردہ کے وجوب اَور ثبوت کے شرعی دَلائل :

مردوں کے لیے تو (اللہ تعالیٰ نے) یہ حکم فرمایا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ آپ مومنین سے کہہ دیجیے کہ اَپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اَور اَپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اَور عورتوں کے لیے یہ حکم بھی فرمایا اَور اِس پر اِضافہ فرمایا وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ یعنی بناؤ سنگار کا موقع ظاہر نہ کریں۔ اَور ظاہر ہے کہ بناؤ سنگار کا موقع وہ ہے جو اَکثر کھلا رہتا ہے (یعنی چہرہ) جب اِس کا ظاہر کرنا (اَور کھولنا) بھی اَجنبیوں کے سامنے جائز نہیں تو تمام بدن کا کھولنا کیسے جائز ہوگا۔

دُوسرے مقام پر اِرشاد ہے :

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَھُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِیْنَةٍ.....الآیة. (سُورة النور: ٦٠)

''جو عورتیں بوڑھی ہیں وہ اگر اپنے زائد کپڑے اُتار کر رکھ دیں جیسے اُوپر تلے کپڑے ہوں اَور اُوپر کا کپڑا اُتار دے بشرطیکہ بدن ظاہر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں لیکن اِس حالت میں بھی اپنی زینت کے مواقع (جگہوں) کو ظاہر نہ کریں مثلاً گردن، کان کہ اِن میں زیور پہنا جاتا ہے۔ اَور آگے اِرشاد ہے وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ یعنی (یہ بوڑھی عورتیں) اِن زائد کپڑوں کو اُتار کر رکھنے سے بچیں تو اُن کے لیے زیادہ بہتر ہے۔''

پس جب بوڑھیوں تک کے لیے یہ حکم ہے اے لڑکیو! اَور اے جوان عورتو! تو تم کو کہاں اِجازت ہوگی کہ دُور دُور کے رشتہ داروں کے سامنے بے محابا آجاؤ۔

حضور ﷺ سے زیادہ تقوی والا تو کوئی نہ ہوا ہوگا۔ حضور ﷺ (کی یہ حالت تھی کہ آپ) خود اپنے سے عورتوں کو پردہ کراتے تھے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کو پردہ کے پیچھے سے خط دیا۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے سامنے عورتوں کو نہ آنے دیتے تھے۔ پھر جب حضور ﷺ اپنے سے پردہ کرائیں تو کون سا پیر اَور کون سا رشتہ دار ہے جس سے بے پردگی جائز ہوگی۔ اَور اِس سے بھی یہ معلوم ہوگیا کہ آج کل جو بعض نوتعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ پردہ ضروری نہیں اَور ایسا پردہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں یہ محض غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ اُن لوگوں نے قرآن وحدیث کو دیکھا ہی نہیں بس دیکھا کیا ہے کوئی اَخبار دیکھ لیا، اگر کچھ عربی پڑھی ہے تو مصری اَخبار دیکھ لیا۔ سو سمجھ لو کہ یہ پردہ جو آج مروج ہے یہ قرآن سے بھی ثابت ہے اَور حدیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ اُوپر گزر چکا ہے۔ (نمبر العفہ ص ۷ اَشرف الجواب معارف ص ۵۷۵)

نگاہ کی حفاظت کی ضرورت :

حق تعالیٰ نے یہ تدبیر بتلائی کہ نگاہ نیچی رکھو۔ اگر بضرورت تم کو کسی غیر کے سامنے آنا پڑے تو نگاہ نیچی رکھو اَور کپڑے میں لپٹ کر آؤ۔

یہ نگاہ بظاہر ہے بہت ہلکی لیکن تمام پھل پھول کی جڑ یہی ہے جیسے زکام ہے کہ بظاہر بہت ہلکی بیماری ہے لیکن پھر سینکڑوں بیماریوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اِسی واسطے (اللہ تعالیٰ نے) پہلے اِسی (بدنگاہی) کو روکا ہے۔ دیکھو نبی کی بیبیوں سے زیادہ تو (پاک دامن) کوئی عورت نہیں ہوسکتی۔ میں تم کو قصہ سناتا ہوں جس سے تم کو اَندازہ ہوگا کہ پردہ کس درجہ ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی ہیں وہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، اَزواجِ مطہراتؓ میں غالباً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اَور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پردہ میں ہو جاؤ اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ تو اَندھے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا اَفَعَمیَا وَانِ اَنتُمَا اَلَستُمَا تُبصِرَانِہٖ یعنی کیا تم بھی اَندھی ہو اُن کو دیکھتی نہیں ہو؟ دیکھو حضور ﷺ کی بیبیاں اُمہات المومنینؓ (تمام مسلمانوں کی مائیں) دُوسری طرف نابینا صحابی بھلا یہاں کون سے وسوسہ کا اِحتمال ہوسکتا ہے مگر پھر بھی کس درجہ اہتمام کرایا۔ (اَشرف الجواب معارف ص ۵۷۶)۔ (جاری ہے)

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اَپنے کاروبار کی تشہیر
اَور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں!

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

قسط : ۱

سیرت خلفائے راشدینؓ

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ ﴾

۞ ۞ ۞

مُقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَعَثَ اِلَیْنَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ دَاعِیًا اِلٰی اَکْمَلِ الْاَدْیَانِ وَھَادِیًا اِلَی الشَّرْعِ الْمَتِیْنِ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ خُلَفَائِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ وَوَفَّقَنَا لِاِتِّبَاعِھِمْ وَحَشَرْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ یَوْمَ الدِّیْنَ. اَمَّابَعْدُ !

رسول رب العالمین ﷺ کی سیرتِ قدسیہ موسوم بہ " نَفْحَۃُ عَنْبَرِیَّۃُ " کی تالیف کے بعد بعض مخلصین کا اِصرار ہوا کہ اِس طرز پر آپ کے خلفائے راشدینؓ کا تذکرہ بھی عبارت کی سہولت و اِختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھ دیا جائے تو برادرانِ دینی کے لیے بہت مفید ہو اَور جس طرح " نَفْحَۃُ عَنْبَرِیَّۃُ "، مسلمان بچوں کے دَرس میں داخل ہوگئی ہے اِسی طرح خلفائے راشدینؓ کا تذکرہ بھی داخلِ درس ہو کر مسلمانوں کی موجودہ اَور آیندہ نسلوں کی دینی واقفیت اَور مذہبی حفاظت کا ذریعہ بن جائے۔ اِس اِصرار کے ساتھ خود میرے دِل کا تقاضا بھی تھا مگر وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ.

اِس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصًا خلفائے راشدین کا تذکرہ اَور اُن کے اَوصاف و کمالات کا بیان دَر حقیقت آنحضرت ﷺ کے ذکرِ مبارک کا تتمہ اَور تکملہ ہے بلکہ اِن حضرات کے کمالات کا مطالعہ کرنے سے جو عظمت و رِفعت رسولِ خدا ﷺ کی اَور جو محبت آپ کی دِل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہرگز کسی دُوسرے طریقہ سے نہیں ہوسکتی۔ اِن حضرات کی یاد میں اِیمان کی قوت و تازگی پیدا کرنے کی جو تاثیر ہے اُس کو کسی اَور چیز میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پاک نام لے کر یہ مبارک تذکرہ شروع کرتا ہوں خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے

اِس کے اِتمام کی توفیق دے اِس کو اَور میری تمام تالیفات کو نیز میرے سب کاموں کو قبول فرمائے اَور برادرانِ دینی کو اِن سے منتفع کرے، آمین۔

اَصل تذکرہ سے پہلے یہ مقدمہ سپردِ قلم کرتا ہوں جس میں اِختصار کے ساتھ اُن عقائد کا بیان ہے جو صحابہ کرامؓ اَور خلفائے راشدینؓ کے متعلق اہلِ سنت والجماعت کے لیے ضروری ہیں۔

صحابہ کرامؓ اَور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد :

(۱) رسول خدا ﷺ کی صحبت بڑی چیز ہے اِس اُمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رُتبہ سب سے بڑا ہے، ایک لحہ کے لیے بھی جس کو رسولِ خدا ﷺ کی صحبت حاصل ہوگئی بعد والوں میں بڑے سے بڑا بھی اِس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد غزوۂ بدر میں تین سو چودہ تھی، حدیبیہ میں پندرہ سو، فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار، حجۃ الوداع یعنی آنحضرت ﷺ کے آخری حج میں چالیس ہزار، غزوہ تبوک میں ستر ہزار اَور بوقتِ وفات نبوی ﷺ ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کتب حدیث میں روایات منقول ہیں اُن کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مہاجرین و اَنصار کا مرتبہ باقی تمام صحابہ سے زیادہ ہے، اَور مہاجرین اَور اَنصار میں اہلِ حدیبیہ کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے، اَور اہلِ حدیبیہ میں اہلِ بدر کا، اَور اہلِ بدر میں چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کا مرتبہ سب سے زیاہ ہے۔ چاروں خلفاء میں حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔

''مہاجرین'' اُن صحابہ کرام کو کہتے ہیں جنہوں نے خدا اور رسول کے لیے اپنے وطن مکہ معظّمہ کو چھوڑ دیا تھا جن کی مجموعی تعداد ایک سو چودہ تھی۔

'' اَنصار'' اُن صحابہ کرام کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اَور اِنہوں نے آنحضرت ﷺ کو اَور مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ دی اَور ہر طرح کی مدد کی تھی۔

(۳) چاروں خلفاء کا اَفضل اُمت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے، اگر بالفرض بجائے اُن کے دُوسرے حضرات خلافت کے لیے منتخب ہوجاتے تو بھی یہ حضرات اَفضل اُمت مانے جاتے۔

(۴) خلیفۂ رسول ﷺ مثلِ رسول کے معصوم نہیں ہوتا، نہ اُس کی اِطاعت ہر کام میں مثلِ رسول کی اِطاعت کے واجب ہوتی ہے۔ بالفرض کوئی خلیفہ سہواً یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اُس حکم میں اُس کی اِطاعت نہ کی جائے گی۔ ''عصمت'' خاصہ نبوت ہے آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو معصوم ماننا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

(۵) خلیفۂ رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دین میں نئے اَحکام دے اَور نہ ہی اُس کو کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا اِختیار ہوتا ہے بلکہ اُس کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن وحدیث پر لوگوں کو عمل کرائے، اَحکامِ شرعیہ کو نافذ کرے اَور اِنتظامی اُمور کو سرانجام دے۔

(۶) خلیفۂ رسول کا مقرر کرنا خدا کے ذمہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے ذمہ ہے جس طرح اِمامِ نماز مقرر کرنا مقتدیوں کے ذمہ ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت جو خلفائے راشدین کی خلافت کو من جانب اللہ مانتے ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خلفاء مہاجرین میں سے ہیں اَور مہاجرین میں اہلِ خلافت کا ہونا اَور جو اُن میں سے خلیفہ ہو جائے اُس کی خلافت کا پسندیدۂ خدا ہونا قرآنِ مجید میں وَارِد ہو چکا ہے۔ (دیکھئے ہمارا رسالہ تفسیر آیت تمکین)

حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا تینوں خلفاء کی خلافت کو منصوص کہنا بایں معنٰی نہیں ہے کہ خدا یا رسول نے اُن کو خلیفہ کر دیا تھا بلکہ بایں معنٰی ہے کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے اَور خلیفۂ موعود کے متعلق کچھ علامات اَور کچھ پیشن گوئیاں اِرشاد فرمائیں ہیں جو اُن تینوں خلفاء میں پائی گئیں چنانچہ اُن تینوں خلافتوں کے نہ ماننے کے بعد اِن آیتوں کے صادق ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ علیٰ ہذا اَحادیثِ نبویہ میں بھی اِن تینوں خلفاء کے متعلق پیشن گوئیاں بہت ہیں اَور حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو اِن پیشن گوئیوں وغیرہ کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے اِن کو اپنی آخری بیماری میں اپنی جگہ پر اِمامِ نماز بنا دیا تھا۔

(۷) رسولِ خدا ﷺ کی اَزواجِ مطہرات گیارہ تھیں: (۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت زینبؓ بنت خزیمہ، اِن دونوں کی وفات آپ ﷺ کے سامنے ہی ہوگئی تھی (۳) حضرت عائشہؓ (۴) حضرت حفصہؓ (۵) حضرت اُم حبیبہؓ (۶) حضرت زینبؓ بنت جحش (۷) حضرت اُم سلمہؓ (۸) حضرت صفیہؓ (۹) حضرت

سودہؓ (۱۰) حضرت میمونہؓ (۱۱) حضرت جویریہؓ۔

یہ سب بیبیاں خدا اَور رسول کی برگزیدہ اَور تمام اِیمان والوں کی مائیں اَور سارے جہان کی اِیمان والی عورتوں سے اَفضل تھیں، اِن میں حضرت خدیجہؓ اَور حضرت عائشہؓ کا رُتبہ زیادہ ہے۔

(۸) رسولِ خدا ﷺ کی صاحبزادیاں چار تھیں: (۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت اَبوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا (۲) حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، اِن دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا (۴) حضرت فاطمہ زَہراء رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

یہ چاروں صاحبزادیاں بڑی برگزیدہ اَور صاحبِ فضائل تھیں۔ اِن چاروں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رُتبہ سب سے زیادہ ہے، وہ اپنی ماؤں اَور تمام جنتی بیبیوں کی سردار ہیں۔

رسول خدا ﷺ کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ زہراءؓ کو کہنا نص قرآنی [۱] کے خلاف ہے۔

آنحضرت ﷺ کے دس چچاؤں میں سے صرف حضرتِ حمزہؓ اَور حضرتِ عباسؓ اِیمان لائے تھے، اِن دونوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں اَور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ خصوصیت کے ساتھ زیادہ ہے، اِن کو رسولِ خدا ﷺ نے سَیِّدُالشُّھَدَاءِ [۲] کا خطاب دیا تھا جبکہ وہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ اَور آپ ﷺ کی پانچ پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اِسلام ہوئی تھیں۔

(۱۰) مہاجرینؓ واَنصارؓ بالخصوص اہلِ حدیبیہ میں باہم رنجش وعداوت بیان کرنا اِفتراء اَور بے دینی ہے۔ یہ قرآنِ مجید کی نصوصِ صریحہ [۳] کے خلاف ہے۔

---

[۱] قولہ تعالیٰ یا اَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنَاتِکَ اے نبی! اپنی بیبیوں اَور بیٹیوں سے کہہ دیجیے۔ یہاں جمع کا صیغہ اِرشاد فرمایا جو عربی زبان میں تین سے کم پر نہیں بولا جاتا۔ [۲] بعض لوگ ناواقفیت یا بے توجہی سے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو سَیِّدُالشُّھَدَاءِ کہہ دیتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے کوئی خاص لقب کسی کو دِیا ہو وہ اُسی کے ساتھ مخصوص رہنا چاہیے۔ [۳] اہلِ حدیبیہ کے حق میں اِرشادِ خداوندی ہے کہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ یعنی وہ باہم مہربان ہیں اَور عموماً مہاجرین اَور اَنصار کے حق میں ہے کہ ھُوَالَّذِیْ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا یعنی اللہ نے تمہارے دِلوں میں اُلفت پیدا کردی پس خدا کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تینوں خلفاء میں رنجش بتانا قرآنِ مجید کی تکذیب کے علاوہ واقعاتِ قطعیہ کے بھی خلاف ہے۔

(۱۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات یعنی اُن کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر بضرورتِ شرعی و بہ نیت نیک اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم کوئی جھگڑا ہوا ہو ہمیں دونوں فریق سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے جس طرح دو پیغمبروں [۱] کے درمیان اگر کوئی بات اِس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے بلکہ دونوں پر اِیمان لانا بنصِ قرآنی ہم پر فرض ہے۔

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں دو خانہ جنگیاں پیش آئیں۔

اوّل : جنگِ جمل جس میں ایک جانب حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور دُوسری جانب اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور اِن کے ساتھ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے، دونوں جانب اکابر صحابہ تھے مگر یہ لڑائی دھوکہ دھوکہ میں چند مفسدوں کی حیلہ سازی سے پیش آ گئی ورنہ اُن میں باہم نہ رنجش تھی اور نہ آپس میں وہ لڑنا چاہتے تھے۔

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی باعثِ خونریزی جنگِ جمل
ورنہ شیر حق سے طلحہؓ اور زبیرؓ چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ و جدل

اِس لڑائی میں ہر فریق سے دُوسرے کے فضائل منقول ہیں جیسا کہ اِسی کتاب میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اِنشاء اللہ بیان ہوگا۔

دوم : جنگِ صفین جس میں ایک جانب حضرت علی اور دُوسری جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما تھے، اِس لڑائی کے متعلق اہلِ سنت والجماعت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھ والے باغی اور خاطی، مگر اِس خطاء پر اُن کو برا کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ صحابی ہیں، صاحبِ فضائل ہیں اور اُن کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی اور غلط فہمی کے اَسباب موجود تھے،

---

[۱] مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان ایک ایسی بات ہوگئی کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے، اِس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں ہے، ہمارے لیے دونوں واجب التعظیم ہیں۔ نص قرآنی ہے کہ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی خدا کے رسولوں میں ہم تفرقہ نہیں کرتے۔

ایسی خطاء کو خطائے اِجتہادی کہتے ہیں جس میں عقلاً و شرعاً کسی طرح مواخذہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِزالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں :

''باید دانست کہ معاویہ بن اَبی سفیان رضی اللہ عنہ یکے اَز اَصحاب آنحضرت بود ﷺ وصاحب فضیلت جلیلہ دَر زُمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم زینہار دَر حق اُو سوءِ ظن نہ کنی ودَر وَرطۂ سبِ اُو نیفتی تا مرتکب حرام نہ شوی۔''

''جاننا چاہیے کہ معاویہ بن اَبی سفیان رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی تھے اَور زُمرۂ صحابہ میں بڑی فضیلت والے تھے۔ خبردار! اُن کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اَور اُن کی بدگوئی میں پڑ کر فعلِ حرام کے مرتکب نہ بننا۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِبتداءً تو باغی تھے مگر حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح و بیعت کے بعد وہ بِلا شبہ خلیفۂ برحق ہوگئے تھے۔ آپ کے متعلق ہماری کتاب ترجمہ تَطْهِيْرُ الْجَنَانْ کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اِس مرض کے لیے اِنشاء اللہ شفائے کامل ہے۔

(۱۲) صحابہ کرام خصوصًا مہاجرینؓ واَنصارؓ سے بدگمانی رکھنا اُن کو برا کہنا قرآنِ مجید کی صریح مخالفت اَور شریعتِ اِلٰہیہ کی کھلی بغاوت ہے۔ ایسے شخص کے حق میں کفر کا اَندیشہ ہے۔

فرقۂ روافض جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حتی کہ مہاجرین واَنصار کی بھی بدگوئی کرتا ہے اَور ہجرت ونصرت کو فضیلت کی چیز نہیں کہتا گویہ صریح خلاف ورزی [۱] قرآنِ مجید کی ہے اَور اِس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ قرآن شریف اَور آنحضرت ﷺ کی نبوت اَور دلائلِ نبوت مشکوک [۲] ہوجائیں گے لیکن اِس بناء پر

---

[۱] ہمارا رسالہ تفسیر آیاتِ مدح مہاجرینؓ دیکھیے جس میں دس آیات قرآنیہ کی تفسیر ہے اِس سے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں کیسے عظیم الشان فضائل مہاجرینؓ واَنصارؓ کے ہیں اَور کس صراحت کے ساتھ ہیں۔ [۲] قرآن شریف میں کتاب اللہ ہونے اَور آنحضرت ﷺ کے نبوت اَور دلائلِ نبوت کے چشم دید گواہ صحابہ کرامؓ خصوصًا مہاجرین واَنصار ہیں، اُنہوں نے اَور اُن کے تابعینؒ نے تمام دُنیا کے سامنے اِس بات کی عینی شہادت دی کہ یہ قرآن وہی کتاب ہے جس کو آنحضرت ﷺ کتاب اللہ فرماتے تھے اَور یہ کہ آنحضرت ﷺ کے اعلانِ نبوت کو ہم نے اپنے کانوں سے سنا اَور آپ کے معجزات اَور دلائلِ نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اَور ظاہر ہے کہ جب کسی واقعہ کے چشم دید گواہ مجروح کردیے جائیں تو وہ واقعہ مشکوک بلکہ واجب التکذیب ہوجاتا ہے۔

اُن کو کافر کہنا خلافِ اِحتیاط ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ جب تک صریح اِنکار ضروریاتِ دین کا نہ ہو اُس وقت تک کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہنا چاہیے۔ اِمامِ اَعظم اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَانُکَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ الْقِبْلَہِ یعنی ہم اہلِ قبلہ [۱] میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

روافض کا کفر اِس بنیاد پر قطعی ہے کہ وہ قرآنِ مجید کی تحریف [۲] کے قائل ہیں اَور معاذ اللہ اِس کو اَصلی قرآن نہیں مانتے۔

یہ بارہ عقیدے جو بیان کیے گئے اہلِ سنت و جماعت کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ اِن میں سے اَکثر و بیشتر عقیدے وہ ہیں جن کا ماَخذ قرآنِ مجید ہے حق تعالیٰ ہم سب کو اِن پاک عقائد پر اِستقامت عطاء فرمائے، آمین۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

---

[۱] اہلِ قبلہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے یا کعبہ کا قبلہ ہونا مان لے۔ یہ بات تو کفارِ مکہ میں بھی موجود تھی بلکہ اہلِ قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ اِس قبلہ کی جو ملّت ہے اُس ملّت کی تمام ضروریات کو مانتا ہو جیسا کہ علامہ علی قاری مکیؒ نے شرح فقہ اَکبر میں تصریح فرمائی ہے۔

[۲] ہماری کتاب تَنْبِیْہُ الْحَائِرِیْنَ اَور اَوَّلُ مِنَ الْمِائَتَیْنِ دیکھو۔ اِس میں یہ مسئلہ مفصل ملے گا کہ کتبِ شیعہ میں زائد اَز دو ہزار روایات تحریفِ قرآن کی ہیں اَور کوئی شیعہ آج تک منکرِ تحریف نہیں ہوا اَور نہ ہو سکتا ہے، گنتی کے چار شخص اِن میں منکرِ تحریف کہے جاتے ہیں مگر اُن کا اِنکار اَز راہِ تقیہ ہے۔

قسط :۱

مروجہ محفلِ میلاد

﴿ حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اللہ تعالیٰ نے جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق مدرس فی علوم الحدیث حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء) کو احقاقِ حق اَور اَبطالِ باطل کا خاص ملکہ عطاء فرمایا تھا۔ آپ نے وعظ و تلقین اَور اِرشاد و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی دین کی خدمت و حفاظت کا فریضہ سر اَنجام دیا اِس سلسلہ میں مشقتیں اَور صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ کے تصنیفی مواد میں سے ''مروجہ محفلِ میلاد'' اپنے موضوع پر منفرد اَور تحقیقی کتاب ہے اِس کتاب کی اِفادیت کے پیشِ نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ !

تمام تعریفوں کے لائق وہ ذاتِ واحد قدوس ہے جس نے اِنسان کو پیدا کیا اَور صحیح و غلط، حق و باطل اَور کھرے کھوٹے کی تمیز سکھائی۔ حق و باطل کے جانچنے کے لیے اپنی آخری کتاب اپنے آخری رسول ﷺ پر نازل فرمائی اَور تمام اِنسانوں کو مژدہ سنادیا کہ :

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا . (سُورة المائده : ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت پوری کردی اَور دینِ اِسلام کو آخری دین کی حیثیت سے تمہارے لیے پسند کرلیا۔''

لاکھوں دُرود و سلام اُس ہستی پر جس نے آخری دین پوری وضاحت و تشریح کے ساتھ بنی نوع اِنسانی

کے سامنے پیش فرمادیا۔ لاکھوں درُود وسلام اُس پیغمبر آخرالزمان ﷺ پر جس کی اَداؤں کا نام اللہ پاک نے ''اُسوۂ حسنہ'' یعنی اُمتیوں کے لیے نمونہ کامل قرار دیا اَور جس کی اِطاعت وپیروی کو دونوں جہانوں کی سرفرازی وکامرانی کا اَولین زینہ اَور بنیادی شرط قرار دیا۔

لاکھوں رحمتیں ہوں اللہ تعالیٰ کی اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے حضرت خاتم النبین ﷺ کی ہر ہر اَدا کو بعد میں آنے والوں کے لیے محفوظ رکھا اَور اپنے کردار وعمل اَور اَقوال و اِرشادات سے حضور پرنور ﷺ کی مکمل سیرت طیبہ ہم تک پہنچائی اَور جن کو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اُن ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ پر جنہوں نے حضور پرنور ﷺ کی سنت اَور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو قانونی مسودہ کی شکل میں ایک مربوط نظام کی صورت میں اُمت کے سامنے پیش فرمادیا۔

سب سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دینی اُمور میں جب اِختلافات رُونما ہو جائیں تو اُن کو رفع کرنے کے لیے جو طریقۂ کار خدا تعالیٰ اَور اُس کے آخری رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے اُسے مختصراً ذکر کردیں تاکہ خدا تعالیٰ اَور اُس کے آخری رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اِس نزاعی مسئلہ ''مروجہ محفلِ میلاد کا مسئلہ'' نمٹایا جاسکے۔

دینی اُمور میں پڑنے والے اِختلافات کو رفع کرنے کا شرعی طریقۂ کار :

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا. (سُورۃ النساء : ۵۹)

''اے مسلمانو! اگر کسی (دینی) معاملہ میں تم آپس میں جھگڑ پڑو تو تم (اُس کے جائز یا ناجائز ہونے کو معلوم کرنے کے لیے) خدا کی (کتاب) اَور رسول (کی سنت) کی طرف رُجوع کرو اگر تم خدا اَور قیامت کے دِن پر اِیمان رکھتے ہو، یہ بہتر اَور اَنجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔''

بریکٹ کے اَندر کی تشریحی عبارت حنفیوں کی مایۂ ناز اَور مُسلّم تفسیر ''رُوح المعانی'' جلد پنجم ص ۶۶ سے لی گئی ہے۔

ایک دُوسرے مقام پر باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

فَلا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (سُورۃ النساء : ۶۵)

''اے نبی! تیرے رب کی قسم یہ لوگ اُس وقت تک مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حکم تسلیم کرلیں۔ پھر آپ کے فیصلہ فرما دینے کے بعد یہ لوگ اپنے نفس میں کسی قسم کی تنگی یا خلش محسوس نہ کریں بلکہ آپ کے فیصلہ کو پوری طرح دِل و جان سے تسلیم کرلیں۔''

اِن دونوں آیات کا مطلب و مفہوم بالکل واضح ہے کہ دینی اُمور میں اِختلافات کو نمٹانے کے لیے ہم قرآن و سنت کی طرف رُجوع کریں اَور بارگاہِ رسالت سے فیصلہ ہو جانے کے بعد اِس فیصلہ کے سامنے ہم سرِ تسلیم خم کردیں۔ اَب ہم دو حدیثیں اِس سلسلہ کی تحریر کرتے ہیں۔

(۱) اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّامِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ .

(مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۳۰ ، ترمذی شریف جلد ۲ ص ۸۹)

''حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا بنی اِسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اَور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ'' وہ گروہ جو میرے اَور میرے صحابہؓ کے راستہ پر ہوگا۔''

ایک اَور مقام پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا :

(۲) .....فَاِنَّهٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .[۱]

''جولوگ میرے بعد زِندہ رہیں گے وہ (دینی اُمور میں) بہت اِختلاف دیکھیں گے تو (اِس حالت میں) تم پر میری سنت اَور ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت کی اِتباع لازم ہے۔تم اُن ہی سے تمسک و اِستدلال کرنا اَور اُس کو ڈاڑھوں سے دَبالینا (یعنی اِختلافات کے وقت میری سنت اَور خلفاءِ راشدینؓ کی سنت کو اِنتہائی پختگی اَور مضبوطی سے تھام لینا) اَور دین میں نکالے جانے والی نئی نئی باتوں سے پوری طرح اِجتناب کرنا کیونکہ دین میں پیدا کی جانے والی ہرنئی بات ''بدعت'' ہے اَور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

یہ دونوں اَحادیث بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔پہلی حدیث میں نجات پانے والے گروہ کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حضور پُرنور ﷺ کی سنت اَور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی برگزیدہ جماعت کا ہوبہو پیروی کرنے والا ہوگا اَور اُس میں کسی قسم کی کمی یا بیشی نہیں کرے گا۔یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کوئی نیا فرقہ اُس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک وہ حضور پُرنور علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین اَور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بتائے ہوئے راستہ میں کمی یا زیادتی نہ کرے۔

دُوسری حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اُمت میں اِختلافات اُس وقت پیدا ہوں گے جب لوگ حضور ﷺ اَور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ سے ہٹ کر دین میں نئی نئی باتیں پیدا کریں گے۔ایسے وقت میں حضور ﷺ کا حکم ہمارے لیے یہ ہے کہ ہم صرف اَور صرف حضور ﷺ اَور خلفاء راشدینؓ کی سنت کی اِتباع کرتے رہیں اَور دین میں نکالے جانے والی ہرنئی بات سے مکمل طور پر پرہیز کریں۔

---

[۱] مشکوٰۃ ج۱ ص۳۰ ، ترمذی ج۲ ص۹۲ ، ابوداؤد ج۲ ص۲۷۹ ، ابن ماجہ ص۵۔

اہل سنت والجماعت کے معنٰی ومفہوم :

اِن دونوں حدیثوں کی روشنی میں علماء کرام نے ۷۳ فرقوں میں سے نجات پانے والے گروہ کا نام ''اہل سنت والجماعت'' رکھ دیا یعنی وہ گروہ جو حضور پُر نور علیہ وعلٰی آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اَور جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہے اَور دین میں پیدا کی جانے والی ہر نئی بات کو فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق بدعت سمجھتا ہے۔ چنانچہ پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

فَعَلَی الْمُؤْمِنِ اِتِّبَاعُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَالسُّنَّةُ مَاسَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ خِلَافَةِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الْخُلَفَآءِ الْمَهْدِيِّيْنَ. (غُنية الطالبين مترجم ص ۱۴۲)

''پس ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ سنت و جماعت کی پیروی کرے، ''سنت'' وہ راہ ہے کہ جس پر پیغمبر خدا ﷺ چلتے تھے اَور ''جماعت'' وہ ہے کہ جس بات پر ہر چہار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اَیامِ خلافت میں اِتفاق کیا۔''

بہرحال یہ واضح ہوگیا کہ کسی بھی مسئلہ میں جب اِختلاف رُونما ہوجائے تو اُس وقت خدا و رسول ﷺ کے فرامین و اِرشادات کے ساتھ ساتھ حضور پُر نور ﷺ کا عملی اُسوۂ حسنہ اَور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقۂ عمل دیکھ لیا جائے اَور یہاں سے جو فیصلہ ہوجائے اُس کو دِل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا جائے۔

چونکہ دُوسری حدیث شریف میں حضور ﷺ نے اِتباعِ سنت کے ساتھ ہی بدعت سے بچنے کا اَور پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اِس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اِس موقع پر بدعت کی حقیقت عرض کردیں۔

بدعت کی حقیقت :

خود حضور پُر نور ﷺ نے سابقہ بیان شدہ حدیث میں بدعت کی حقیقت یہ بیان فرمائی ہے :

فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ .

''یعنی دین میں پیدا کی جانے والی ہر نئی بات بدعت ہے۔''

خطبہ جمعہ میں حضور ﷺ ہر جمعہ کو یہ اِرشاد فرمایا کرتے تھے :

اَمَّا بَعْدُ ! فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ . (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷)

''امابعد! بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اَور بہترین سیرت اَور نمونہ محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ سب سے زیادہ بُرے کام وہ ہیں جو دین میں پیدا کیے جائیں اَور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ . [۱]

''جس شخص نے ہمارے اِس دین میں وہ نئی بات پیدا کردی جو اُس میں نہیں تھی تو ایسی بات مردُود ہے۔''

ایک اور حدیث پاک میں حضور پُر نور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشادِ گرامی ہے :

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ . [۲]

''جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا (کارِ ثواب سمجھ کر) جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ کام مردُود ہوگا یعنی اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگا۔''

اِن اَحادیثِ پاک سے ثابت ہوگیا کہ شریعت کی اِصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے کہ :

''بدعت ہر وہ عمل یا عقیدہ ہے جس کو دین سمجھ کو اَپنایا جائے لیکن اِس کا ثبوت شریعت سے نہ ہو۔''

لہٰذا دُنیاوی اُمور میں نئی نئی باتیں پیدا کرنا اَور مختلف قسم کی اِیجادات کرنا شریعت کی اِصطلاح میں بدعت نہیں کہلائیں گی کیونکہ اِن کو دین کا کام سمجھ کر نہیں کیا جاتا اَلبتہ وہ تمام رسمیں جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں لیکن اُنہیں دین کا کام سمجھ کر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جاتا ہے یقیناً بدعت میں داخل ہوں گی۔

بدعت کتنی بُری چیز ہے؟

خواجہ نظام الدین اَولیاء رحمۃ اللہ علیہ (اَلمتوفی ۷۲۵ھ) اِرشاد فرماتے ہیں :

---

[۱] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۷۰ [۲] بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۹۲

بدعت اَز معصیت بالاتر اَست و کفر اَز بدعت بالاتر۔ بدعت بکفر نزدیک اَست۔

(فوائد الفوائد ص ۱۰۱)

''بدعت عام گناہوں سے بڑا گناہ ہے بدعت سے اُوپر صرف کفر کا گناہ ہے۔ بدعت کفر کے نزدیک ہے۔''

اَحادیثِ پاک میں بدعت کا ذکر اِنتہائی مذمت کے ساتھ آیا ہے۔ اِس سلسلہ کی تمام اَحادیث کا ذکر تو باعثِ تطویل ہوگا اِس لیے ہم پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی ردِ بدعت کے سلسلہ میں ایک تحریر کا خلاصہ ذکر کیے دیتے ہیں جس میں اِس سلسلہ کی تمام اَحادیث کا خلاصہ بھی موجود ہے۔ پیرانِ پیرؒ اِرشاد فرماتے ہیں :

(۱) اہلِ بدعت سے اِختلاط پیدا نہ کرو۔ (۲) اہلِ بدعت کو سلام نہ کرو۔ (۳) اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ (۴) اُن کے پاس نہ جاؤ۔ (۵) خوشی کے دِنوں اَور عید میں اُن کو مبارکباد نہ کہو۔ (۶) جب وہ مریں تو اُن کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ (۷) جب اُن کا ذکر ہو تو مہربانی اَور شفقت کے کلمے اُن کے حق میں نہ کہو۔ (۸) اُن سے دُور رہو۔ (۹) اُن سے دُشمنی رکھو اِس اعتقاد کے ساتھ کہ اُن کا مذہب غلط اَور جھوٹ ہے اَور اُن سے دُشمنی رکھنے میں ہم کو ثواب حاصل ہوگا۔ (۱۰) حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی نے دین میں کوئی نئی بات اِیجاد کی یا بدعتی کو پناہ دی اُس پر خدا اَور فرشتوں اَور سب آدمیوں کی لعنت ہے اَور اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کے نہ فرائض قبول کرتا ہے اَور نہ نوافل۔ (۱۱) جب بدعتی شخص کو راستہ میں دیکھو تو اُس راستہ کو چھوڑ کر دُوسرے راستہ سے جاؤ۔'' ملخصاً [۱]

بدعت اَور بدعتی شخص کی اِس قدر مذمت اَور بُرائی اِس لیے حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ بدعت ہی وہ واحد سبب ہے جس کے باعث پچھلے اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کے دین تباہ و برباد ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ یہود و نصاریٰ کے علماء اَصل دین کو چھپاتے تھے اَور خود ساختہ باتوں کو مسئلہ کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے تاکہ اِس طرح وہ اپنی چودھراہٹ کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کر لیں اَور مال و دولت حاصل

[۱] مترجم غنیۃ الطالبین ص ۱۴۲ و ص ۱۴۳ مطبوعہ مکتبہ تعمیرِ اِنسانیت لاہور۔

کرنے کے ذرائع زیادہ پیدا ہو جائیں۔ اِس لیے حضور ﷺ نے بدعت سے بہت زیادہ نفرت دِلائی ہے تاکہ خودساختہ بدعات کے ذریعہ صحیح دین کا حلیہ نہ بگاڑ دیا جائے۔ بدعات کی اِس قدر مذمت کرنے کی دُوسری وجہ وہ ہے جو اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۷۹ھ) نے بیان فرمائی ہے کہ :

مَنِ ابْتَدَعَ فِی الْاِسْلَامِ بِدْعَةً یَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اَلْاٰیَةُ فَمَا لَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ دِیْنًا فَلَا یَکُوْنُ اَلْیَوْمَ دِیْنًا. (الاعتصام ج ۱ ص ۴۹)

''جس نے اِسلام میں کوئی نئی بات نکالی جس کو وہ اچھا جانتا ہے تو گویا اُس نے یہ گمان کیا کہ حضور ﷺ نے اَدائیگی رسالت میں کوتاہی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''آج کے دِن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا'' لہٰذا جو چیز اُس وقت دین نہ تھی وہ چیز آج بھی دین نہیں بن سکتی۔''

حضور ﷺ ہمارے لیے ایک کامل واَکمل نمونہ ہیں :

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں کہ :

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (سُورۃ الاحزاب : ۲۱)

''حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں تمہارے لیے بہترین نمونہ موجود ہے۔''

ایک اَور مقام پر اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں کہ :

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ . (سُورۃ آل عمران ۳۱)

''اے نبی! آپ لوگوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اِتباع کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تم سے محبت کرے گا اَور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔''

اِن دونوں آیات سے معلوم ہو گیا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے لیے حضور ﷺ کو ایک مکمل ترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے آپ کو کامل ترین نمونہ کے مطابق بنالیں، اپنی طرف سے اِس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہ کریں۔ اگر ہم نے اِس نمونہ کی مکمل اِتباع کر لی تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن

جائیں گے اور وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا ورنہ سوائے دُنیا و آخرت کے گھاٹے اور بدبختی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ مبارک اور درُود وسلام :

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ. (سُورۃ آل عمران : ۱۶۴)

''قسم ہے پروردگارِ عالم کی کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اِحسان فرمایا کہ اُن میں ایک رسول اُن ہی میں سے مبعوث فرمایا۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور ﷺ کی بعثت کو ایک بہت بڑا اِحسان قرار دیا ہے اور اِحسان کا فطری تقاضا ہے کہ اِس پر محسن کا شکریہ اَدا کیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتے ہیں :

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. (سُورہ اِبراھیم : ۷)

''اگر تم میری نعمتوں پر شکر اَدا کرو گے تو میں اِس نعمت میں ضرور اِضافہ کروں گا۔''

اِسی طرح ایک اَور جگہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ. (سُورۃ الضُحٰی : ۱۱)

''اپنے رب کی نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرو۔''

حضور پُرنور ﷺ کی آمد سے بڑھ کر ہمارے لیے اَور کون سی نعمت ہوگی جنہیں رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے بھیجا گیا ہے یعنی اُن کی ذاتِ اَقدس سراپا نعمت و رحمت ہے اَور چونکہ نعمت کا شکریہ اِس میں مزید اِضافہ کا موجب ہے لہٰذا ہمارے نزدیک حضور پُرنور ﷺ کا ذکرِ جمیل اِیمان کی پختگی، ثابت قدمی اَور اِتباعِ سنت کا سبب ہے۔

حضور ﷺ کن حالات میں اِس دُنیا میں تشریف لائے؟ ماحول کیا تھا؟ خاندان کون اَور کیسا تھا؟ کب نبوت ملی؟ پیغمبرانہ زِندگی کیسے گزری؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کیا مقام عطا فرمایا؟ اَور آپ کو کن معجزات سے نوازا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ موضوعات ہیں جو آپ کے ذکرِ جمیل کے ذیل میں آتے ہیں۔ حضور ﷺ

کی وِلادت باسعادت اَور اُس وقت یا اُس سے پہلے اَور بعد میں ظاہر ہونے والے معجزات کے بیان کے لیے ہمارے اَکابر نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مثلاً حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب ''نَشْرُ الطِّیْبُ فِیْ ذِکْرِ النَّبِیِّ الْحَبِیْب'' حضور پُرنور ﷺ کے معجزات کے بیان کے لیے لکھی گئی ہے۔

ہمارا اِیمان ہے کہ حضور اَنور ﷺ کے فضائل ومناقب بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والی کسی بھی چیز کا ذکرِ مبارک ہمارے لیے باعثِ سعادت ہے۔ قصہ مختصر کہ حضور ﷺ کے حالات خواہ قبل اَز وِلادت کے ہوں یا اُس کے بعد کے نیز خود وِلادت باسعادت کا تذکرہ باعثِ خیر وبرکت ونیک بختی وسعادت کی علامت ہے اَور اِس سے رُوگردانی واِعراض باعثِ محرومی وخسران اَور شقاوت وبدبختی کی نشانی۔ رہا دُرُود وسلام کا معاملہ تو اُس کے فضائل اِس کثرت سے اَحادیث میں بیان ہوئے ہیں کہ اُن کے تفصیلی ذکر کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات دَرکار ہیں۔

جس مجلس میں حضور پُرنور ﷺ کا نامِ نامی لیا جائے اُس وقت نہ صرف نام لینے والے پر بلکہ ہر سننے والے پر ضروری ہے کہ آپ ﷺ پر دُرُود بھیجے۔

ہمارے اَکابرؒ نے دُرُود شریف کے فضائل پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب ''زاد السعید''، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی مشہورِ عالم کتاب ''فضائل دُرُود شریف'' نیز دُرُود شریف کی ایک مشہورِ زمانہ کتاب ''دلائل الخیرات'' کی ایک منزل روزانہ پڑھنا ہمارے بے شمار بزرگوں کا معمول ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے دُرُود شریف کی بدولت ہی حاصل کیا ہے۔ اَلغرض یہ کوئی نزاعی چیز نہیں ہے۔

اِسی طرح منظوم کلام کے ذریعے حضور ﷺ کو خراجِ عقیدت پیش کرنا اَور بجائے نثر کے نظم میں آپ کے حالات وکمالات اَور معجزات وغیرہ کا بیان بھی باعثِ اَز دیادِ محبت ہے اَور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ منظوم کلام میں آپ ﷺ کی نعت بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہ تمام اُمور محلِ نزاع سے خارج ہیں نزاع صرف مروجہ محفلِ میلاد میں ہے اِس لیے اَب ہم مروجہ محفل میلاد کی حقیقت مختصراً ذکر کردیتے ہیں بعد اَزاں اِس کے جواز وعدم جواز پر بحث کریں گے۔ (جاری ہے)

قسط : ۵

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زِندگی اَور ہمارا عمل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

۞ ۞ ۞

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قابلِ تقلید اِمتیازی صفات

(۳) حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سادگی و بے تکلفی :

سیّدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو تعارف کرایا تھا اُس میں اُن کی تیسری صفت یہ تھی کہ وَأَقَلُّهُمْ تَكَلُّفًا یعنی وہ حضرات تکلف و تصنع سے دُور تھے۔ اُن کی گفتگو، رہن سہن، معاشرت اَور زندگی کا ہر گوشہ تکلفات سے پاک تھا اَور دُنیوی رسومات سے اُنہوں نے حیرت اَنگیز طور پر بیزاری اِختیار کر رکھی تھی اَور بلاشبہ یہ کیفیت اُنہیں پیغمبر علیہ السلام کی مبارک صحبت سے حاصل ہوئی تھی۔ سادگی اَور قناعت کا جو سبق اُنہوں نے پیغمبر علیہ السلام سے حاصل کیا تھا وہ اُن کی زندگی کے رَگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔

ظاہری ٹیپ ٹاپ اَور غیر ضروری زیبائش و آرائش سے اُن کی زندگی خالی تھی، عام طور پر سادہ لباس استعمال کرتے اَور بلا کسی خاص اہتمام کے جو کھانا بھی بروقت میسر آتا اُس کو شکر کے ساتھ تناول کر لیتے۔ اور مال و دولت یا منصب و حکومت اُن کی سادہ زندگی پر کسی طرح بھی اَثر اَنداز نہ ہو پاتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاشرہ میں یہ اِمتیاز دُشوار ہوتا کہ کون اَمیر ہے اَور کون مامور؟ کون حاکم ہے اَور کون محکوم؟ بلکہ سب آپس میں بے تکلف دوستوں کی طرح زندگی گذارتے تھے۔ اِس سلسلہ کی چند جھلکیاں اَور واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں :

نبیٔ اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر والوں کے تکلفات پسند نہ تھے :

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کر کے جاتے اَور جب واپسی ہوتی تو

سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے (تاکہ فراق کا عرصہ کم سے کم ہو)۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ سفر جہاد سے واپس تشریف لائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے اعزاز میں اپنے مکان میں پردہ ڈالنے کا اہتمام کیا اور اپنے صاحبزادگان نورِ نظر اور لختِ جگر سیّدنا حضرت حسن اور سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کڑے پہنا دیے (جیسا کہ ماؤں کا معمول ہے کہ بڑے آدمی کے پاس بھیجتے وقت اُنہیں سجا سنوار کر بھیجتی ہیں) لیکن ہوا یہ کہ آپ ﷺ سفر سے واپسی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملنے تشریف نہیں لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہو گیا کہ اِن ہی تکلفات کی وجہ سے پیغمبر علیہ السلام رونق اَفراز نہیں ہوئے (آخر وہ بھی تو جگر گوشۂ رسول تھیں) فوراً لٹکے ہوئے پردے کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادگان کے ہاتھ میں ڈالے ہوئے چاندی کے کڑے توڑ کر اُن کے ہاتھ میں پکڑا دیے۔ وہ دونوں صاحبزادے روتے ہوئے اپنے نانا جان پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اُن کے ہاتھ سے وہ ٹوٹے ہوئے کنگن لے لیے اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اِنہیں فلاں خاندان والوں (جو فقر و فاقہ میں مشہور تھے) کو دے آؤ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ لوگ میرے گھر والے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ اپنی نیکیوں کا بدلہ سب دُنیا ہی میں وصول کر لیں۔'' (یعنی اِنہیں دُنیوی ٹیپ ٹاپ کے بجائے آخرت کو کامیابی کے حصول کی فکر کرنی چاہیے) پھر آپ ﷺ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! فاطمہؓ کے لیے ہڈی سے بنا ہوا ہار اور ہاتھی کے دانت کے بنے ہوئے کنگن خرید لاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۳۸۳)

غور فرمایئے! پیغمبر علیہ السلام نے اپنی سب سے چہیتی صاحبزادی اور چہیتے نواسوں کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اور تکلفات سے بچنے کی کس انداز سے تعلیم دی۔

اَمیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا سرکاری وظیفہ :

سیّدنا حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب خلافت کے منصب کے لیے منتخب کیا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اِن کے لیے سرکاری بیت المال سے وظیفہ مقرر کرنا چاہیے، چنانچہ طے کیا گیا کہ اِنہیں لباس کے طور پر دو چادریں ملیں گی وہ جب پرانی ہو جائیں تو اِنہیں بدل کر نئی دے دی جائیں اور وہ کہیں سفر میں جائیں تو سواری کا اِنتظام کیا جائے گا۔ اور خلافت سے قبل وہ اپنے گھر والوں کے نان نفقہ پر جو خرچ کرتے تھے اُتنی مقدار نفقہ

اِنہیں ملے گا، حضرت اَبوبکر ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ مقدار منظور ہے۔ (موسوعۃ آثار الصحابہ ۱/۹۰)

یہ ہے اِسلام کے سب سے بااِختیار شخص اَمیر المؤمنین کی سادگی، اِس کے برخلاف آج اَمیر المؤمنین تو دَرکنار کوئی شخص معمولی سی ملّی تنظیم یا اِدارے کا بھی ذمہ دار بن جاتا ہے تو اپنے کو سیاہ سفید کا مالک سمجھتا ہے اَور بلا تکان مالی وسائل اپنے ذاتی استعمال میں لانے میں دریغ نہیں کرتا۔

تکلفات سے بچنے کی تلقین :

سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ ﷺ کو تلقین کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: زیادہ غسل خانوں میں آمد ورفت اَور بالوں کی تراش خراش کا اہتمام اَور عمدہ عمدہ قالینوں پر بیٹھنے اَور چلنے کا اِلتزام مت کرو اِس لیے کہ اللہ کے مقبول بندے آرام پسند اَور زیبائش وآرائش کے دِل دادہ نہیں ہوتے۔ (موسوعۃ آثار الصحابہ ۱/۲۵۳)

اَور ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا کہ: ''دیکھو کھانے پینے میں زیادہ چٹور پن سے اِحتراز کرو اِس لیے کہ اِس سے جسم خراب ہوجاتا ہے، بیماریاں پنپنے لگتی ہیں اَور عبادات میں سستی ہوجاتی ہے لہٰذا کھانے پینے میں میانہ روِی اِختیار کرو کیونکہ اِس سے بدن درست رہے گا اَور فضول خرچی سے حفاظت رہے گی اَور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو موٹے پیٹ والے شوقین مزاج لوگ سخت ناپسند ہیں اَور اِنسان اُس وقت تک برباد نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہش کو دین پر ترجیح نہ دے۔'' (موسوعۃ آثار الصحابہ ۱/۲۵۳)

اِن قیمتی ہدایات کے برخلاف آج اُمت میں شوقین مزاجی، تکلفات اَور ٹیپ ٹاپ کا رُجحان بڑھتا جارہا ہے، چٹور پن کا حال یہ ہے کہ مرغن اَور لذیذ کھانوں کی دُکانوں، ہوٹلوں اَور ریستورانوں پر ہمارے نوجوانوں کی بھیڑ کی بھیڑ نظر آتی ہے۔ ایک طرف معاشی پسماندگی کا شکوہ ہے، دُوسری طرف جو کچھ سرمایہ ہے وہ بلا تکان چٹور پن پر خرچ کیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اِس رُجحان کے ہوتے ہوئے قومی ترقی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ہماری عزت تو اِسلام سے ہے :

اَمیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام کا دَورہ فرمایا اَور بیت المقدس جاتے ہوئے ''جابیہ'' سے گزرے تو حال یہ تھا کہ ایک گندمی رنگ کے اُونٹ پر سوار تھے، سر پر نہ تو ٹوپی تھی اَور نہ عمامہ،

اَور سر کا بال سے خالی حصہ دھوپ میں چمک رہا تھا، سواری پر پائے دان بھی نہ تھا، دونوں پیر کجاوے کے دونوں جانب لٹکے ہوئے تھے، کجاوے پر جو چادر تھی وہ موٹی اُون کی تھی، جب آپ سواری سے اُترتے تو یہی چادر بستر کا کام دیتی تھی۔ آپ کا تھیلا ایک چادر تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، جب آپ اُترتے تو یہی تھیلا آپ کا تکیہ بن جاتا تھا۔ آپ کے بدن پر ایک لٹھے کا کرتا تھا جو کثرتِ استعمال سے گھس کر ایک جانب سے پھٹ گیا تھا، اِسی حالت میں آپ نے شہر جابیہ کے چودھری کو حاضر ہونے کا حکم دیا اَور کہا کہ میرا یہ کرتا دھوڈالو اَور جو حصہ پھٹا ہوا ہے اُسے سی دیا جائے اَور مجھے اپنا ایک کرتا عاریت پر دے دو۔ چنانچہ کپڑا دُھلنے تک آپ نے دُوسرا کرتا استعمال کیا اَور جب اپنا کرتا سوکھ گیا تو پھر اُسے ہی پہن لیا، اِتنے میں اُس بستی کا سردار (جلوس) آگیا، اُس نے آپ کو اِس حال میں دیکھا تو کہا کہ آپ عرب کے بادشاہ ہیں اَور اِس علاقہ میں اُونٹ پر سواری کا رواج نہیں ہے، کیا اچھا ہو کہ آپ کوئی عمدہ لباس پہنیں اَور خچر پر سواری کریں تا کہ رُومیوں کے اُوپر آپ کی دھاک بیٹھ سکے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت اِستغناء اَور بے تکلفی کے ساتھ جواب دیا کہ ''ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِسلام کے ذریعہ عزت دی ہے لہٰذا ہم اللہ کے علاوہ کسی سے عزت کے طالب نہیں ہیں۔'' (حیاۃ الصحابہ ۳/۳۸۸)

غور فرمایئے! کیا اِس سادگی سے سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی فرق آگیا؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ اُن کا درجہ دُنیا والوں کی نظر میں اَور بلند ہوگیا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جسے دُنیا کے جواہر کی چمک دمک خیرہ کر سکے بلکہ یہ وہ ذات ہے جس کی نظر میں ساری دُنیا کی زیبائش و آرائش ٹھیکروں کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اِسی سادگی نے قیصر و کسریٰ کے کنگوروں کو ہلا کر رکھ دیا اَور آپ کا رعب عالمِ کفر پر ایسا قائم ہوا کہ بڑے بڑے کروفر والے لوگ آپ کا نام سن کر تھرا کر رہ گئے اَور اِسلام کا غلغلہ چار دانگِ عالم میں پھیل گیا۔

ایک طرف اَمیر المؤمنین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کردار ہے دُوسری طرف آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہر شخص غیروں کے سامنے مرعوب ہو کر بچھا جا رہا ہے اَور غیروں کو خوش کرنے کے لیے اپنا تشخص اَور اِمتیاز تک چھوڑنے کو تیار ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کا نمونہ اُسوۂ نبوت اَور اُسوۂ صحابہ ﷺ کے بجائے اپنے کھلے ہوئے دُشمنوں کے طور طریق کو بنا لیا گیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جب ہم اِسلام کے بجائے دُوسروں

کے طریقوں کو عزت دیں گے تو ہمیں قیامت کی صبح تک بھی عزت حاصل نہیں ہو سکے گی۔ ایک مسلمان کو عزت حاصل کرنی ہے تو اُسے وہی جذبہ پیش نظر رکھنا ہوگا جس کی تعلیم سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ میں دی گئی ہے کہ ''ہماری عزت تو صرف اِسلام سے وابستہ ہے کسی اَور چیز سے نہیں۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اَور فہم صحیح سے سرفراز فرمائیں، آمین۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

وفیات

۱۷ر دسمبر کو بڑے حضرتؒ کے مرید خاص کراچی کے تاجر اَلحاج حافظ اَخلاق احمد صاحب پراچہ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئے۔ مرحوم جامعہ کے لیے تعاون میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دَریا دِلی کی صفت سے نوازا تھا اُن کی کوشش رہتی تھی کہ خیرات کے کاموں میں سبقت لے جائیں ہر وقت ذکر اللہ اَور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے نیز اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔ اِدارہ اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے شعبہ کمپیوٹر کے نگران فاضلِ جامعہ جدید مولانا ذیشان صاحب چشتی کی والدہ صاحبہ، اَلحاج ممتاز حسین صاحب وڑائچ کی اہلیہ صاحبہ، جناب رائے باسط صاحب ایڈووکیٹ کے خُسر صاحب، جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولوی حسین صاحب کے ممیا خُسر، مولانا اَمجد فاروق صاحب کی والدہ صاحبہ، جناب محمد حسن صالحین صاحب کی والدہ صاحبہ، جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق منشی محمد یونس صاحب، جناب محمد سہیل صاحب کی دو ماہ کی بچی، مالی پورہ لاہور کے محمد عمران صاحب، فاضل جامعہ مولوی فیصل صاحب کے بھائی گزشتہ ماہ وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ماہِ صفر کے اَحکام اَور جاہلانہ خیالات

﴿ جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

۞ ۞ ۞

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ :

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنٰی لُغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اَور اِس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اَور رجب) میں مذہبی طور پر اُن کو جنگ اَور لڑائی نہ کرنے اَور مذہبی عبادت اَنجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا اَور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اِس جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی لہٰذا وہ لوگ جنگ لڑائی اَور سفر میں چل دیتے تھے۔ (تفسیر اِبن کثیر بتغیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفَّر'' لگانے کی وجہ :

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر''۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنٰی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اَور خیر کے معنٰی نیکی اَور بھلائی کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اَور آج بھی اِس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اَور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اَور اِسی وجہ سے اِس مہینہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جبکہ اِسلامی اِعتبار سے اِس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اَور اِسی وجہ سے اَحادیثِ مبارکہ میں اِس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ اِس لیے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اِس کو منحوس اَور شر و آفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اَور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے اَور اِس مہینے میں اَنجام دیے جانے والے کاموں کو نامراد اَور منحوس سمجھنے کا تصور اَور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اُس کی تردید :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اِعتقاد رکھا جاتا تھا اور آج مذہبی لوگوں نے بھی اِس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتی کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے اور اِسی پر اِکتفاء نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ) جلیل القدر اَنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اِس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی اُنہوں نے اِن مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کردیے ہیں۔ یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اِس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا اِیجاد کردہ نظریہ ہے تو اِس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح اِرشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی اُن سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اِس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے بلکہ وہ تمام اَوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ براَندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دُنیا کے نظام پر اَثر ڈالنے والے اور دُنیا کے حالات کو بدلنے والے سمجھتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ اِن کی کوئی اصل نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ (بخاری)

''حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دُوسرے کو لگ جانا، بدفالی اور نحوست اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور مجذوم (کوڑھی) شخص سے اِس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر سے بچتے ہو۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ . (صحیح مسلم ، ابوداؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دُوسرے کو لگ جانا، اُلّو، ستارہ اَور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)۔''

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰی وَلَا غُوْلَ وَلَا صَفَرَ . (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مرض کا (خود بخود) لگ جانا اَور غولِ بیابانی اَور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِیَافَةُ وَالطِّیَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ. (ابوداؤد ، ابن ماجه ، احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پرندوں کی بولی، اُن کے اُڑنے (یا اُن کے نام) سے فال لینا اَور کنکری پھینک کر (یا خط کھینچ کر) حال معلوم کرنا شیطانی کام (یا جادُو کی قسم) ہے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَلَهٗ اَوْتَکَهَّنَ اَوْتُکُهِّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْسُحِّرَلَهٗ وَمَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . (مُسند بزار)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے یا جس کے لیے بُری فال لی جائے یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لیے کہانت کرائی جائے یا جو خود جادُو کرے یا جس کے لیے جادُو کیا جائے، اور جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اَور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو اُس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) کفر کیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تمام خیالات باطل ہیں بلکہ نقل کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض روایات کا تحقیقی جائزہ :

من گھڑت اَور اِیجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں یا اُن کے گمراہ کن رہنماؤں سے اِن باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہوگئی ہیں تو وہ من گھڑت روایتیں اَور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اِسی قسم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ .(موضوعات ملا علی قاریؒ ص ۶۹)

''جو شخص مجھے (یعنی بقول اُن لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دُوں گا''۔

اِس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اَور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اَور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اِسی لیے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔

اِس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ اَوّل تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ من گھڑت اَور موضوع ہے یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اِس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اِس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہے، چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اِسے اپنی کتاب ''**الموضوعات الکبیر**'' میں درج فرما کر اِس کو بے بنیاد اَور بے اَصل قرار دے رہے ہیں۔ دُوسرے اِس من گھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح اَحادیث صفر کے منحوس اَور نامراد ہونے کی نفی کر رہی ہیں لہٰذا صحیح اَحادیث کے مقابلہ میں موضوع (من گھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ تیسرے بذاتِ خود اِس روایت میں صفر کے مہینہ کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اِشارہ تک بھی نہیں، لہٰذا اِس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اِختراع اَور خیال ہے، چنانچہ اِس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اِس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ چوتھے تھوڑی دیر کے لیے اِس روایت کے

موضوع اَور من گھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دُوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اِس کا صحیح مطلب اُن لوگوں کے بالکل خلاف جاتا ہے، چنانچہ اِس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاوّل کے مہینے میں ہونے والا تھا اَور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اَور ربیع الاوّل کے شروع ہونے کی خبر کا اِنتظار تھا اَور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اِس بشارت کو مرتب فرمایا۔ تصوف کی بعض کتابوں میں اِسی مقصد کے لیے اِس روایت کو ذکر کیا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اِس روایت کا صفر کی نحوست سے دُور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اَور مفہوم خود ساختہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خود ساختہ ہے اَور دُوسری صورت میں اِس کا مضمون خود ساختہ ہے۔ کسی پہلو سے بھی اِس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ (ماخوذ اَز ''بدشگونیاں، بدفالیاں اَور توہمات'' اَز مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی بتغیر و اِضافہ)۔

ماہِ صفر کی آخری بدھ کی شرعی حیثیت اَور اُس سے متعلق بدعات :

بہت سے لوگ ماہِ صفر کی آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اِس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صفر کی آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اَور سیر تفریح فرمائی تھی۔ اِسی لیے بعض ناواقف اَور سادہ لوح مسلمان مرد اَور عورتیں اِس دن باغات اَور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں، شرینی اَور چُوری تقسیم کرتے ہیں، بعض علاقوں میں گھونگنیاں (پکے ہوئے چنے) تقسیم کرتے ہیں، عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں اِس دن خوشی و تہوار مناتے ہیں کاریگر اَور مزدور کام نہیں کرتے اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بعض مکتبوں میں بھی اِس دن چھٹی کی جاتی ہے اَور اِس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں اِسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اَور اِس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے۔ اِس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نواب زادے نے اپنے اُستاد سے اِس تاریخ میں عیدی مانگی۔ اُنہوں نے شعر کے اَنداز میں اِس عیدی

کو بہت اچھے طریقے پر رَد کر دیا ۔

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دِگر
نہ حدیثی شد درآں وارِد نہ دَرو عید کرد پیغمبر

''صفر کے مہینے کی آخری بدھ دُوسرے مہینوں کی آخری بدھ کی طرح ہے اِس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اَور نہ ہی اِس میں نبی ﷺ نے کوئی عید منائی ہے۔'' (زوال السِنۃ عن اعمال السَنۃ ص ۸)

بعض لوگ اِس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں ۔ اِسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلّے اَور تعویذات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں، یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں۔

لہٰذا اِس دن کاریگر اَور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اَصل ہے اَور مزدُوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اَور اِس دن کو دُوسرے دِنوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اَور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے ۔ اَور اِس دن برتن وغیرہ توڑنا اَور مصیبتوں اَور نحوست سے بچنے کے لیے چھلے اَور تعویذ بنانا بھی شرعاً منع ہے کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن وسنت ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین ، ائمہ مجتہدین اَور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کسی سے بھی ثابت نہیں ۔ یہ سب بعد کے لوگوں کی اِیجاد ہے اَور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اِضافہ ہے جو خالص بدعت اَور واجب الترک ہے۔

اِس دن آنحضرت ﷺ کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اِس دن تو رحمتِ عالم ﷺ کی اُس بیماری کی اِبتداء ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اِس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اَور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کی آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم ﷺ کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا، چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں :

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''۲۸ر صفر ۱۱ر ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ ﷺ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی ۔ وہاں سے تشریف لائے تو

سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اِسی حالت میں وفات ہوگئی''۔(ملاحظہ ہو''سیرتِ خاتم الانبیاء'' ص ۱۴۱)

فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اَصل نہیں بلکہ اِس دن جناب رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی، وہ اَب جاہل ہندوؤں میں رائج ہوگئی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا''. (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۵)

بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اَصل نہیں، نہ اِس دن صحت یابی حضور سیّد عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرضِ اَقدس جس میں وفات ہوئی اُس کی ابتداء اِسی دن سے بتائی جاتی ہے''۔(اَحکامِ شریعت ج ۳ ص ۱۸۳)

بریلوی مکتبہ فکر کے ایک دُوسرے عالم مولانا امجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں :

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح اَور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اَور نہاتے دھوتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں اَور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اَور بیرونِ مدینہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اَصل ہیں بلکہ اِن دنوں میں حضور اَکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں بتائی ہوئی ہیں، سب خلافِ واقع ہیں''۔(بہارِ شریعت ج ۶ ص ۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اَور اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے۔ اِس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔ اِس طرح سے کہ بدھ سے دُوسرے بدھ تک آٹھ دن اَور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دِن ہوا۔ مذکورہ حوالے جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صفر کے مہینے کی آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے

مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا، اَور آپ ﷺ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟

دَرحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اَور اِیرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو اِیران سے منتقل ہوکر ہندوستان میں آئی ہے اَور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اِسے پروان چڑھایا (ملاحظہ ہو ''دائرہ معارفِ اِسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اَور اُن کی عداوت اَور شقاوت کا تقاضہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مسلمانوں کا اِسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اَور بے اَدبی ہے۔ مسلمانوں کا اِس دِن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال یہ طریقہ غلط ہے، اِس سے بچنا لازم ہے۔ بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اِختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اِس یہودیانہ و مجوسیانہ اَور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضور اَکرم ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کر رہے؟

﴿ چار بیماریوں سے حفاظت ﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک بڑے میاں جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا وہ حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کوئی ایسی دُعاء بتلا دیں جو مجھے دُنیا و آخرت میں نفع دے آپ ﷺ نے فرمایا دُنیا کے نفع کے لیے تو یہ ہے کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے (۱) جذام (۲) پاگل پن (۳) اَندھا پن (۴) فالج۔ (عمل الیوم واللّیلۃ لابن سنیؒ ص ۱۱۷)

مُلّا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ

﴿ مولانا ڈاکٹر اَمین اللہ صاحب وثیرؒ ، مترجم: حاجی محمد عرفان شجاع صاحب ﴾

مولانا ڈاکٹر اَمین اللہ صاحب وثیرؒ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سیالکوٹ شہر کے محلّہ ''پورہ ہیراں'' میں پیدا ہوئے، دارُالعلوم شہابیہ سے سندِ فراغت حاصل کی اَورینٹل کالج لاہور میں شعبہ عربی میں اُستاد بھی رہے۔ ۱۳/ فروری ۲۰۰۸ء کو لاہور میں اِنتقال ہوا اَور گلشن راوی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ کے ''رسالہ خاقانیہ'' کو پی ایچ ڈی کے لیے (بزبانِ اَنگریزی) موضوع تحقیق بنایا اَور محنتِ شاقہ کے بعد رسالہ پر گراں قدر تحقیقی مقالہ پیش کیا جو سیرت اِسٹڈی سنٹر سیالکوٹ سے معروف محقق جناب اِکرام چغتائی صاحب کی زیرِ نگرانی شائع ہوا۔ زیرِ نظر مضمون اُسی کتاب کے ایک حصہ کا جو مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ سے متعلق ہے، ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ (م۔ع۔ش)

اِبتدائی حالات :

مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ ملقب بہ لبیب، مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ (م: ۱۶۵۷ء/ ۱۰۶۷ھ) کے نہایت قابل فرزند تھے۔ اپنے والدؒ کی طرح اِن کا شمار بھی علماءِ ربانیّین میں ہوتا ہے۔ مآثر عالمگیری کے مطابق مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ نہ صرف معقولات و منقولات کے عالم تھے بلکہ عارف باللہ بھی تھے اَور اپنی ذات میں اِسلامی اَخلاق و اعمال کا عمدہ اَور سچا نمونہ تھے۔

سُجان رائے (م: پس اَز ۱۱۱۸ھ؟/ ۱۷۰۷ء) کے مطابق اپنے اَخلاق و کردار کی بدولت مُلا صاحبؒ ''اِمامِ وقت'' کہلاتے تھے۔[۱]

مُلا عبداللہ صاحبؒ نے اپنے والدِ گرامی مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ سے بھی کسبِ فیض کیا، اِس بات کی تصریح مُلا عبدالحکیمؒ نے ''غُنیۃ الطالبین (مترجم)'' کے مقدمے میں کی ہے۔ بعد اَزاں مُلا عبداللہ صاحبؒ نے حدیث کی تعلیم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م: ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کے صاحبزادے

---

[۱] سُجان رائے بٹالوی: خلاصۃ التواریخ دہلی، ۱۹۱۸ء ص ۷۳۔

شیخ نورالحق محدث دہلویؒ (م:۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء) سے حاصل کی۔ ۱

مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ کی جانشینی :

مُلا عبداللہ صاحبؒ اپنے والدگرامی کے صحیح جانشین تھے، اپنے والد کی رحلت کے بعد اُن کے قائم کردہ مدرسہ کا اِنتظام و اِنصرام سنبھالا اَور اُس کو کئی جہات سے ترقی دی۔ سُجان رائے کہتے ہیں کہ :

''وفات کے بعد اُن کے دُوسرے بیٹے یعنی رہنمائے خلق اللہ، مولوی عبداللہ نے مسندِ دَرس کو زینت بخشی، وہ علوم ظاہری اَور معنوی کے جامع اَور فضیلت و معرفت کے مجمع البحرین تھے۔'' ۲

اَور صاحبِ مرآۃ العالم کے مطابق وہ چند جہات میں اپنے والدگرامی سے بھی بڑھ کر تھے اُن کے اِلفاظ ہیں :

''حفظِ کلامِ مجید میں، اَربابِ اِختیار سے اِختلاط کی قلت میں، طبعی کنارہ کشی اَور گوشہ نشینی سے رغبت جیسی صفات میں وہ (مُلا عبداللہ صاحبؒ) اپنے والدگرامی سے بڑھے ہوئے تھے۔''

اِس بات کی تائید صاحبِ فرحت الناظرین نے بھی کی ہے وہ کہتے ہیں کہ :

''(مُلا عبداللہ سیالکوٹیؒ) حفظِ کلام مجید اَور صلاح و تقویٰ میں اپنے والد کے فضائل و کمال کی زینت بڑھانے والے تھے۔'' ۳

اَورنگزیب سے تعلقات :

محی الدین اَورنگزیب عالمگیرؒ (م:۱۷۰۷ء/ ۱۱۱۸ھ) اَور اُن کے اَخلاف ملا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کے علم و فضل کے باعث اِن کے نہایت معتقد تھے۔ ۱۰۸۶ھ/ ۱۶۷۵ء میں جب اَورنگزیبؒ لاہور میں تھے تو مُلا صاحبؒ سے ملاقات کے نہایت شائق ہوئے اَور کئی بار اِن کی باہم ملاقات ہوئی۔ ۴

---

۱ بختاور خان خواجہ: مرآۃ العالم، اَوری اینٹل کالج میگزین، سپلمنٹ اگست، نومبر ۱۹۵۳ء۔

۲ سبحان رائے بٹالوی: خلاصۃ التواریخ، دہلی ۱۹۱۸ء، ص ۷۳۔

۳ فرحت الناظرین، اوری اینٹل کالج میگزین: ۷۴، ۷۵۔

۴ مستعد خان ساقی خان: مآثر عالمگیری، کلکتہ، ۱۸۷۱ء، ص ۱۴۹۔

شہنشاہ عالمگیرؒ نے نہایت گرم جوشی اور احترام کے ساتھ مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کا اِستقبال کیا اور اِن کی صحبت اور فیض سے مستفید ہوئے اور اِس موقع پر نہ صرف اُن اَلقابات میں اِضافہ کیا جو اِن کے والد شاہ جہانؒ (م:۱۶۶۶ء/۱۰۷۶ھ) کی جانب سے عطا ہوئے تھے بلکہ مزید کئی اِنعامات واَلقابات سے نوازا۔ [۱]

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اِن کو اِس موقع پر اَورنگزیبؒ کی جانب سے خلعتِ شاہی بھی عطا ہوئی اور اِس کے ساتھ اِن کی خدمت میں سو(۱۰۰) اَشرفیاں اور ایک ہاتھی رُخصت کے وقت پیش کیا گیا۔ [۲]

اِستغناء:

صاحبِ مرآۃ العالم کی تصریح کے مطابق ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء میں اَورنگزیبؒ کی مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ سے اَجمیر میں ملاقات ہوئی۔ مرآۃ العالم کے مصنف بختاور خانؒ (م:۱۶۸۳ء/۱۰۹۴ھ) اُس وقت اَورنگزیبؒ کے ساتھ تھے اُنہوں نے اِس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اَورنگزیبؒ، ملا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کے لیے ہمیشہ اِکرام اور جود وسخا کا معاملہ فرماتے۔ جس وقت اَورنگزیبؒ نے اَجمیر میں قیام کیا اور مُلا عبداللہ صاحبؒ کو ملاقات کا پیغام بھیجا اور جب وہ اَجمیر پہنچے تو اَورنگزیبؒ نے اِن کو ''صدارتِ عظمیٰ'' کے عہدہ کی پیشکش کی اور یہ شاہی پیغام مرآۃ العالم کے مصنف بختاور خان کے ذریعہ بھیجا گیا کیونکہ وہ مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ سے خصوصی ربط رکھتے تھے مگر اِس قابلِ قدر فاضل نے عاجزی کے ساتھ اِس عہدہ کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیا اور کہا کہ :

''الحال سنین عمر ستین رسیدہ وقت ترک نوکری اَست نہ کہ اِختیار نوکری۔''

یعنی اِس وقت میری عمر ساٹھ (۶۰) سال ہے اور یہ نوکری ترک کر دینے کا وقت ہے نہ کہ اِختیار کرنے کا۔

آپ کی تربتِ مبارک کے سرہانے آپ کا جواب اِس طرح ذکر کیا گیا ہے :

'' اَب زمانہ فراق ہے نہ کہ وقتِ تحصیلِ شہرۂ آفاق ''

---

[۱] سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن: بزم تیموریہ، اعظم گڑھ، ۱۳۷۶ھ، ص ۲۴۷۔

[۲] بختاور خان: مرآۃ العالم، اوری اینٹل کالج میگزین، اگست، نومبر ۱۹۵۳ء۔

اَجمیر میں وہ کچھ دِن اَورنگزیبؒ کے ساتھ رہے، بعد اَزاں اِن کو نہایت اَدب و اِحترام سے رُخصت کیا گیا۔ ۱

وفات :

اَورنگزیب کے چھبیسویں جلوس ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء میں اِسلام کے اِس بطلِ جلیل نے اِس جہانِ فانی سے جہانِ باقی کی طرف کوچ فرمایا۔ اَورنگزیبؒ نے اِن کے اِنتقال کی خبر نہایت صدمے سے سنی اَور اَجمیر میں اِن سے ہونے والی ملاقات کو یاد کرنے لگا اَور فرمان جاری کیا کہ جو جاگیر مُلا عبداللہ سیالکوٹیؒ کو عطا ہوئی تھی وہ اِن کی اَولاد کو منتقل کر دی جائے۔ ۲

مآثر عالمگیری میں مُلا عبداللہ صاحبؒ کا سنِ وفات ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ھ درج ہے اَور مصنف مآثر عالمگیری کا کہنا ہے کہ

> ''جب شہریارِ فاضل نواز، معارف پرور، اَورنگزیبؒ نے اِس جہانِ زمان و مکان سے اِن (مُلا صاحبؒ) کی رحلت کی خبر سنی تو اُس نے اِن کی اہلیہ محترمہ اَور فرزندوں کے لیے خلعتِ تعزیت بھجوائی اَور اِن کے وظائف میں اِضافہ فرمایا''۔ ۳

ہماری رائے میں اِن کا سنِ وفات ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء ہی درست معلوم ہوتا ہے اَور خلاصۃ التواریخ کے مصنف نے بھی اِسی کو اِختیار کیا ہے۔

مخبر الواصلین میں موجود قطعہ تاریخی بھی اِسی تاریخ کی طرف اِشارہ کرتا ہے :

مولوی زمانہ عبد اللہ عطر اللہ قبرہ و ثراہ
۴ ۹ ۰ ۱ ھ

عقل تاریخ نقل آن مغفور گفت شد خلد جائے عبد اللہ ۴

---

۱ بختاور خان : مرآۃ العالم، اَوری اینٹل کالج میگزین، اگست، نومبر ۱۹۵۳ء۔ ۲ اَیضاً ص ۷۳۔
۳ مستعد خان، ساقی خان: مآثری عالمگیری، کلکتہ، ۱۸۷۱ء ص ۱۲۳۔
۴ ڈاکٹر زُبید احمد: Contribution of India to Arabic Literature
PP, 277-408. Allahbad. 1946.

سیالکوٹ میں اِن کے والد گرامی کی قبر مبارک کے ساتھ اِن کی آخری آرام گاہ ہے، بلاشبہ اَورنگزیب کے دربار میں اِن کو بلند مقام حاصل تھا۔ اَورنگزیبؒ کی خواہش تھی کہ مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ اَور اُن کے شاگرد فتاویٰ عالمگیری کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیں مگر مختلف النوع عوامل کی وجہ سے اَورنگزیبؒ کی یہ خواہش حقیقت سے ہم آہنگ نہ ہوسکی۔

کنیت :

بعض مصنفین نے ملاعبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کی کنیت ''اَبولبیب'' نقل کی ہے مگر یہ بات معاصر شواہد کی روشنی میں درست معلوم نہیں ہوتی۔ مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ کی مترجمہ غنیۃ الطالبین کے مقدمہ میں مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ اَز خود فرماتے ہیں :

''یہ مقالہ اِس فقیر عبد اللہ الملقب باللبیب نے حضرت قدس اللہ سرہ (مُلا عبد الحکیم صاحب سیالکوٹیؒ) کی زبان حقائق تبیان سے خود سنا ہے۔''

اِس بات کی تائید خود مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ نے بھی فرمائی ہے وہ ''حاشیۃ الشمسیہ'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

'' الولدالاعز نورحدقة المعادة و نور حديقة العبادة و فواد الفواد لهذا الغريب عبد اللّٰه الملقب باللبيب.''

جہاں اِس تحریر سے مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ کی اپنے قابل فخر فرزند سے گہری محبت کا اِظہار ہوتا ہے وہیں اِس تحریر سے ایک فاضل والد کا اپنے لائق فرزند کے حق میں نہایت احترام اَور عقیدت کا بھی اعتراف ہوتا ہے جس کی تمام تر علمی وفکری پرورش اِن کے اپنے فکری وعلمی مشرب کی نگرانی اَور رہنمائی میں ہوئی تھی۔ اَور اِس بات کا بھی تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک فاضل والد مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ نے اپنے لائق فرزند کی فلسفہ اَور فلسفہ کے اَدق مسائل، منطق اَور دینی تعلیم کی تحصیل کے لیے کس قدر سرگرمی، جستجو اَور کوشش کی ہوگی۔

مُلا عبداللہ صاحبؒ کے شاگرد :

مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کے ایک نامور شاگرد بھی تھے جو اِخلاص خان، اِخلاص کیش کے نام

سے معروف تھے۔ یہ پہلے ہندو تھے اور اِن کا نام ''دیبی داس'' تھا۔ اِنہوں نے اپنے اُستاد کے ہاتھ پر ہی اِسلام قبول کیا۔ مآثر الامراء کے مصنف کا کہنا ہے کہ دارُالحکومت میں اِن کی پرورش ہوئی، تعلیم سے گہرا شغف رکھتے تھے اور بچپن ہی سے علماء وصلحاء کی صحبت میں بیٹھنے کے شائق تھے۔ مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ سے تلمذ کی خصوصی نسبت کی بناء پر اَورنگزیبؒ کے عہد میں اِن کو دربار میں خصوصی مقام حاصل رہا اور ''اِخلاص کیش'' کے لقب سے نوازے گئے۔ ۱

تصانیف:

مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح کثیر التصانیف تھے اِن کی تصنیف و تالیف فرمودہ متعدد کتابیں ہیں جن میں سے کچھ تک رسائی ہوسکی ہے مثلاً: ''تفسیر سورۃ الفاتحہ''، فنِ اصولِ فقہ میں ''**التصریح علی التلویح** '' اِس کے علاوہ اَورنگزیبؒ کی فرمائش پر ''رسالہ فی حقائق التوحید'' تصنیف فرمایا۔ ۲

محمد اَسلم صاحب پسروری لکھتے ہیں کہ اِن کی تصانیف میں حاشیہ علی ہدایہ بغایت مشہور ہے۔ ڈاکٹر زُبید احمد نے اپنی کتاب میں مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ سے ایک کتاب بنام ''**زاد اللبیب فی سفر الحبیب**'' منسوب کی ہے اَور اِس کا خطی نسخہ، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی، شیرانی کولیکشن میں محفوظ بتایا ہے اَور مزید یہ کہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں یہ کتاب مصنف کے نام کی تصریح کے بغیر شائع بھی ہوئی تھی مگر قرائن سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ کتاب مُلا صاحبؒ کی نہیں ہے۔ آخر میں محمد صالح کمبوہ (م: ۱۳۷۵ھ/ ۱۶۶۵ء) اپنی معروف تصنیف عملِ صالح یعنی شاہجہاں نامہ میں سیالکوٹ کے اِس فرزندِ اقبال مند کے بارے میں رقم طراز ہیں :

> ''اَب اِن (مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ) کے بیٹے مولوی عبداللہ جو تمام علوم کے جامع، صفاتِ حمیدہ سے متصف اَور تمام معنوی وصوری کمالات کے حامل ہیں۔ تمام باتوں میں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں۔ اُمید ہے کہ پروردگارِ عالم جس نے اِنہیں اپنے فیض وکرم سے بہرہ مند کیا ہے، دیر تک اِنہیں بزمِ کمال میں مسند آراء رکھے گا۔'' ۳

---

۱ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین، اَورینٹل کالج میگزین، ۱۹۲۸ء۔ ۲ عبدالحئ صاحب، مولانا سیّد: نزہۃ الخواطر۔ حیدرآباد دکن، ۱۳۷۵ھ، ج ۵ ص ۲۵۴۔ ۳ محی الدین اَبومحمد: تاریخ کبیر کشمیر۔ امرتسر ۱۳۸۵ھ ص ۳۰۴

مُلا صاحبؒ کے جانشین :

سُجان رائے بٹالوی بیان کرتے ہیں کہ مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ، مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ کے دُوسرے فرزند تھے۔ [۱] مگر ہم پہلے فرزند کی موجودگی سے بے خبر ہیں جبکہ مستعد خان نے مآثر عالمگیری میں بیان کیا ہے کہ مُلا عبداللہ صاحبؒ کے چار صاحبزادے تھے ہم اُن میں سے ایک کو جانتے ہیں ''قل اَحمد'' جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ فاضل اَجلِ علوم نقلیہ وعقلیہ کے عالمِ اَکمل اَور مؤلفِ حواشی کتب تھے۔

ڈاکٹر زُبید اَحمد نے ''مولانا فضل اللہ'' نام کے ایک فاضل کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مُلا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ کے نواسے تھے اِنہوں نے ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء میں مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کی تفسیر سورہ فاتحہ کا حاشیہ لکھا تھا جس کا خطی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے۔ اِس کے علاوہ تاریخ مُلا عبداللہ صاحب سیالکوٹیؒ کے جانشین کے بارے میں خاموش ہے۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

---

[۱] سُجان رائے بٹالوی: خلاصۃ التواریخ۔ دہلی، ۱۹۱۸ء، ص ۷۳۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۷ نومبر بروز اِتوار وفاق المدارس العربیہ کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے آپ کی تشریف آوری کے موقع پر اَساتذہ اَور طلباء نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ حضرت مدظلہم پہلے جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائشگاہ پر تشریف لائے بعد اَزاں حضرت مہتمم صاحب کی خواہش پر حضرت مدظلہم نے بعد ظہر جامعہ کے طلباء سے ناصحانہ اَور مختصر بیان فرمایا۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)